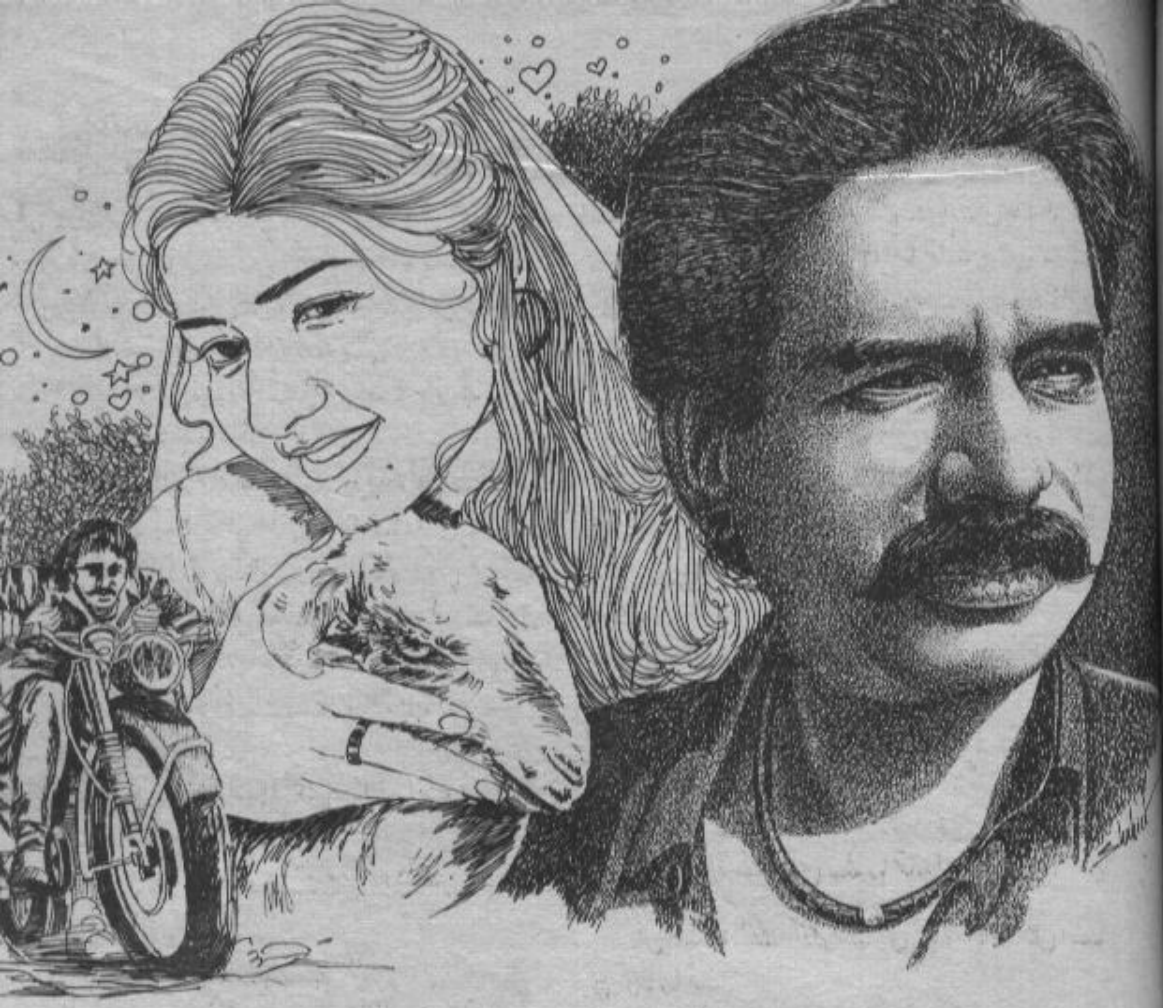

عید قرباں کے موقع پر آپ کے محبوب اور مشہور کردار جلیل کا تازہ کارنامہ

یہ کیسے ممکن ہے کہ عید ہو اور جلیل خاموشی سے روایتی انداز سے عید منائے۔ تقریب کچھ تو بحرِ ملاقات چاہئے کے اصول پر عمل کرتے ہوئے دیکھئے جلیل نے کیا گل کھلایا۔ عیدِ قرباں کو کس طرح قربانی کے مقاصد کے تحت استعمال کیا۔

اداس لمحوں کے لیے اکسیر ایک قہقہے بکھیرتی ہوئی دلچسپ تحریر

بلڑ مچدی

کاشف زبیر

راجا اور میں کیفے ڈی پھونس میں اداس اُلوؤں کے اس جوڑے کی طرح سر ٹکائے بیٹھے تھے، جنہوں نے اس دنیا کی کمینگیوں سے تنگ آکر اکٹھے خود کشی کا فیصلہ کرلیا ہو۔ راجا نے گرم چائے کا گھونٹ بھرا پھر بیڑی کا کش لیا۔ اس کے بعد جو آہ بھری تو اس میں چائے کی بھاپ اور تمباکو کے دھوئیں کا تناسب یکساں تھا جو راجا کے منہ سے نکلا تھا۔ وہ غم کے تیسرے اور مایوسی کے چوتھے اسٹیج پر تھا۔ کہا ہے کہ یہاں تک پہنچ کر پچھلے زمانے کے وضع دار لوگ دنیا سے خود کار پردہ فرما لیتے تھے جسے عرفِ عام میں خود کشی کہا جاتا ہے لیکن ایک تو یہ زمانہ اگلی صدی کا ہے اور راجا جیسے افراد میں وضع داری شاید برقی خوردبین سے بھی تلاش نہ کی جاسکے۔

"یار جلیل، یہ دنیا اتنی کمینی کیوں ہوتی جارہی ہے۔ میرے باپ کی شکل میں۔" اس نے دکھی لہجے میں کہا۔

"یہ دنیا نہیں بلکہ تو... میرا مطلب ہے۔ خیر چھوڑ یہ بتا کہ اس بار تیرے باپ نے تجھ پر کون سا ستم ڈھایا ہے۔"

"ایسا کون سا ستم ہے جو میرا باپ مجھ پر نہیں ڈھاتا۔" راجا نے نقشِ فریادی بن کر کہا "بلکہ پہلے سے رائج تمام ظلم و ستم توڑ کر اب وہ نئے ستم ایجاد کرنے لگا ہے۔ کاش کہ تیرا باپ زندہ ہوتا۔"

"میرا باپ..." میں بھونچکا رہ گیا "ان کا کیا ذکر...؟"

"اگر وہ زندہ ہوتا تو میں اپنا باپ تجھے دے کر تیرا باپ لے لیتا۔ تو ایک ستم رسیدہ دوست کے لیے اتنا تو کر سکتا تھا۔" کیونکہ ابا حضور خلدِ آشیانی ہو چکے تھے لہٰذا میں نے اقرار کرنے میں کوئی حرج نہ سمجھا ورنہ راجا کے باپ کو کوئی گدھا بھی اپنی "والدگی" میں قبول کرنے کو تیار نہ ہوتا۔

خلافِ معمول کیفے ڈی پھولس میں خاموشی تھی کیونکہ فتو کا صورِ اسرافیل کی یاد دلانے والا ڈیک خاموش تھا۔ فتو نے بے حد دکھ کے ساتھ اعلان کیا تھا کہ کل رات زیادہ وولٹیج آنے کے باعث اسپیکر کا گلا پھٹ گیا تھا۔ جملہ حاضرین نے بے حد خوشی کے ساتھ یہ اعلان سنا تھا کیونکہ اس ڈیک کی وجہ سے بہت سارے لوگ بہرے ہو گئے تھے اور بہت سارے یوں بات کرنے لگے تھے جیسے بہروں سے بات کر رہے ہوں۔ اسی لاؤڈ اسپیکر انداز میں وہ ایسی بہت ساری باتیں کہہ جاتے تھے جو انہیں نہیں کہنی چاہیے تھیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ایک شخص نے دوسرے شخص سے تیسرے شخص کی چوتھی بیوی کے بارے میں کچھ کہا تھا۔ بدقسمتی سے تیسرا شخص بالکل اس کے پاس بیٹھا تھا۔ وہ ہمیشہ وہیں بیٹھتا تھا البتہ اس نے پہلی بار سنا کہ اس کی چوتھی بیوی کے سنسنی خیز قسم کے حسن کے قصے کہاں تک پہنچ چکے تھے۔

پہلا شخص لب و رخسار سے شروع ہو کر ابھی نیچے کی طرف سفر کر رہا تھا کہ غیرت مند شوہر نے غصے سے تھر تھر کانپتے ہوئے چائے کی پیالی اس پر دے ماری جو نشانہ خطا ہونے کے باعث دوسرے شخص کو لگی۔ گرم گرم چائے سے غسل فرمانے کی خوشی میں اس نے ایک دل خراش چیخ ماری۔ اس کے بعد جو ہلو ہوا، اس میں بہت سارے لوگوں کے کپڑے اور سر پھٹ گئے اور جب مزید کچھ پھاڑنے کو نہیں رہ گیا تو وہ ایک دوسرے کو دھمکیاں دیتے ہوئے رخصت ہو گئے..... ظاہر ہے یہ سب فتو کے ڈیک کی وجہ سے ہوا تھا۔ اسپیکر کے بعد اسے کئی درجن کپوں اور دو کرسیوں کا نقصان بھی برداشت کرنا پڑا تھا۔ اس ہلوے کے بعد لوگ اتنے محتاط ہو گئے تھے کہ دوسرے کی تعریف بھی سرگوشیوں میں کر رہے ہوتے۔ یوں لگتا تھا جیسے کیفے میں نہیں بلکہ میت میں بیٹھے ہوں۔

راجا کا خیال تھا کہ یہ اس کی میت کی پیشگی ریہرسل تھی۔ اس کا موڈ سخت رقت آمیز ہو رہا تھا۔ لگتا تھا کہ کچھ ہی دیر میں وہ بھوں بھوں کر کے رونے لگے گا مگر موڈ سے قطع نظر اس نے چائے اور کیک پیس سے نمٹنے میں کوئی کوتاہی نہیں برتی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے چار کیک پیس اور آخری پیالی چائے کے ساتھ صاف کر دیے۔ آخری کیک نوش کر کے اس نے ایک جگر خراش آہ بھری۔ "جلیل مجھے لگ رہا ہے، غم سے میرا دل پھٹ جائے گا۔"

"دل کا تو مجھے نہیں معلوم۔" میں نے بھنا کر کہا "لیکن مجھے لگ رہا ہے کہ تیرا پیٹ ضرور پھٹ جائے گا۔ آخر تجھے کیا غم لاحق ہو گیا ہے؟"

راجا نے حسرت بھری نظروں سے خالی ہو جانے والی پلیٹ کو دیکھا۔ "مجھے میرا باپ لاحق ہو گیا ہے۔ وہ کینسر سے زیادہ خطرناک اور ایڈز سے زیادہ مہلک مرض ہے جو میری جان لے کر ہی چھوڑے گا۔"

میں نے غور کیا "اس دفعہ اس نے تیری جان لینے کی کون سی جان لیوا کوشش کی ہے۔"

کیونکہ چائے بھی ختم ہو چکی تھی لہٰذا راجا نے خونِ جگر پیتے ہوئے کہا "جلیل بکرا عید قریب ہے۔"

"لہٰذا اس نے تجھے قربان کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

راجا نے خونی نظروں سے مجھے دیکھا۔ "وہ تو تیری اماں کرے گی۔ میں اپنے باپ کا ایک ہی بیٹا ہوں۔"

"لہٰذا وہ تجھے قسطوں میں قتل کر رہا ہے۔" میں نے پھر بات کاٹی۔

راجا نے میری اشتعال انگیزی نظر انداز کی "خبیث الزماں پہلے پوری بات تو سن لے۔ ابا نے کہا ہے کہ اس دفعہ قربانی کے لیے جانور میں لاؤں گا۔ اب بتا بھلا دو ہزار میں کوئی بکرا مل سکتا ہے۔" راجا نے رو کر کہا۔

"دو ہزار میں بکرا تو نہیں البتہ بکری کا بچہ ضرور مل سکتا ہے۔ بغیر دانت والا لیکن اس کی قربانی تو نہیں ہو گی۔"

"میں نے بھی ابا سے یہی کہا تھا کہ اس نے ڈنڈا..."

راجا نے دل دوز ہائے کی تو تب میں سمجھا کہ وہ بات بات پر آہ اور ہائے کیوں کر رہا تھا۔ بے شک راجا کسی ایسے کپڑے سے زیادہ میلا تھا جسے مالک نے سال بھر پہن کر اتارا ہو۔ اس کے پاس سے نوزائدہ بچے کے پوتڑوں کی سی بُو آ رہی تھی لیکن اس کے باپ کو اس سے کپڑوں جیسا سلوک کرنے سے پہلے اتنا تو سوچ لینا چاہیے تھا کہ راجا اس کی ایک ہی اولاد ہے۔ کپڑے پھٹ جاتے یا گم ہو جاتے تو کوئی بات نہیں لیکن راجا کہیں سے پھٹ جاتا یا ضائع ہو جاتا تو اس کی نسل کو آگے بڑھانے والا کوئی چراغ بے کار باقی نہ رہتا۔ راجا کہہ رہا تھا۔

"ابا نے کہا کہ میں کچھ بھی کروں اور کہیں سے بھی ایک بکرا پیدا کروں۔"

میں پھر بول اٹھا۔ "بکرا... تو پیدا کرے گا کیسے..... میرا مطلب ہے کہ تو بکری ہوتا تو تیرے باپ کا مطالبہ جائز بھی ہوتا۔"

راجا کھسیایا "میرا مطلب تھا کہ کہیں سے بھی ایک بکرا لاؤں۔"

"اس میں بکری والا طریقہ بھی شامل تھا۔ خیر..." میں نے کہا۔ "تو نے کوشش کی تھی؟"

"کاش میں بکری ہوتا تو نو مہینے بعد ابا کی خواہش پوری ہوجاتی۔" راجا نے رقت بھرے انداز میں کہا "لیکن دو ہزار میں تو کوئی بکرا..." راجا کی باقی بات ناقابلِ اشاعت سمجھی جائے۔

"بکری چھ مہینے کا وقت لیتی ہے۔" میں نے راجا کی معلومات درست کرنا بہتر سمجھی "تیری دوسری بات البتہ درست ہے۔"

"اب بتا میں دو ہزار میں کیا کروں۔"

"ایسا کر تو جمی کے پاس جا' سنا ہے وہ ہر سال عید سے پہلے بکرے خرید کر اسٹاک کرلیتا ہے اور عید پر بیچ دیتا ہے۔"

راجا نے نفی میں سرہلایا "جمی جان دے دے گا لیکن ایک روپے کی رعایت نہیں دے گا۔"

"مجھے بھی معلوم ہے لیکن بات کرنے میں کیا حرج ہے۔ جمی ہمیں کھا تو نہیں جائے گا۔"

"کیا معلوم کھا ہی جائے۔" راجا نے مردہ لہجے میں کہا۔

بل کی رقم ادھار میں لکھوانے پر فتو نے ناپسندیدہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ "جلیل تیرا کھاتا بڑھتا ہی جارہا ہے۔ اگر تو مرگیا تو میں تیری نمازِ جنازہ میں نہیں آؤں گا۔"

"بے شک مت آنا۔" میں نے ہنس کر کہا "سنا ہے تیری دوسری بیوی کی طبیعت ناساز ہے خدا نخواستہ وہ ماں تو نہیں بننے والی ہے۔"

فتو نے خوں خوار نظروں سے مجھے دیکھا اور آتش فشاں کی طرح گڑگڑایا۔ "حرامی دفع ہوجا ورنہ چائے میں نیلا تھوتھا دے دوں گا اور کیک پیس میں چوہے مار زہر کھلا دوں گا۔"

"معاف کرنا یار' وہ بس اڑتے اڑتے خبر سنی تھی۔ چل خیر تو نے تردید کردی ورنہ سوچ تیری کتنی بدنامی ہوتی۔"

یہ کہتے ہی میں باہر کی طرف بھاگا ورنہ فتو اپنی کیش بک میرے سر پر مارتا یا مجھے اپلی چائے سے غسل دے دیتا۔

دراصل فتو اولاد کے معاملے میں بدقسمت اور آج کل کی اولاد کو دیکھتے ہوئے خوش قسمت لگتا تھا۔ پہلی بیوی بیس سال میں اسے سوائے بدمزہ کھانوں کے کچھ نہیں دے سکی تھی لہٰذا فتو نے اپنے سسر کے سوئم والے دن عقدِ ثانی کرلیا۔ سسر مرحوم پولیس میں انسپکٹر تھے۔ انہوں نے خاصا حرام کمایا تھا لیکن فتو کو سوائے اپنی بدصورت اور بدمزاج بیٹی کے کچھ نہیں دیا تھا۔ شادی کی ہر سالگرہ پر وہ فتو کو ایک دن حوالات میں رکھتا تھا تاکہ اس کے دماغ سے عقدِ ثانی کا مفسد خیال نکل جائے۔ سنا ہے کہ صفائی کے عمل میں مرحوم خود بھی جوش و خروش سے شرکت کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سالگرہ کے بعد کیفے ڈی پھونس ہفتے بھر کے لیے بند رہتا تھا۔

○☆○

جمی کے بارے میں قارئین اچھی طرح جان گئے ہیں۔ بہت موٹا' بہت پیٹو اور بہت ہی خسیس جمی' جمن خانہ میں رہتا تھا۔ جسے کبوتر خانہ بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں بنے فلیٹ کابکوں سے کچھ ہی بڑے تھے۔ جن میں رہنے والے کرائے کے نام پر وہاں رہنے کا جرمانہ دیا کرتے۔ جمن خانے کے عقب میں وسیع و عریض احاطہ تھا جہاں جمن بکروں کے ساتھ ایسا لگ رہا تھا جیسے اونٹوں کے ساتھ ہاتھی۔ بکرے بھی ابھی بچے ہی تھے لیکن جمی اس فکر میں تھا کہ کسی طرح یہ عید تک عاقل و بالغ بکرے نظر آنے لگیں۔ مزے کی بات یہ تھی کہ

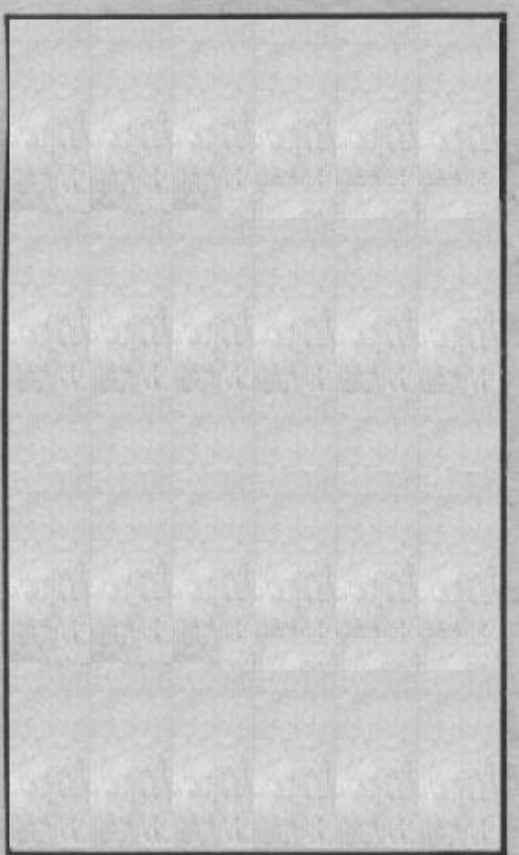

marksman

UrduPhoto.com

بکروں کی پرورش مفت تھی کیونکہ جمی نے اپنے کرائے داروں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ اپنے کچن کا کچرا اور کھانے پینے کی بچی کھچی اشیا اسے دے دیں۔ صبح و شام دو مرتبہ جمی خود بکروں کو نہلانے لے جاتا۔ جمی کا ایک کرایہ دار سبزی منڈی میں کام کرتا تھا۔ وہ اس کے لیے گلی سڑی سبزیاں لے آتا تھا۔ میرا مطلب ہے کہ جمی کے بکروں کے لیے۔

ہم پر نظر پڑتے ہی جمی برہم نظر آنے لگا "تم دونوں.... پھر آگئے۔"

"پھر۔" میں نے حیرت سے کہا "مجھے یاد ہے تمہاری منحوس صورت کوئی چھ مہینے پہلے دیکھی تھی اور اس پاگل خانے میں، میں صرف دو مرتبہ آیا ہوں۔ خدا نہ کرے کہ تیسری مرتبہ آؤں۔ اس سے بہتر تو قبر ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ گنجائش ہوتی ہے اور وہاں رہنے کے لیے کوئی کرایہ بھی نہیں دینا پڑتا جو تیرے.... آہ...."

راجا نے میرے پاؤں پر پاؤں مارا تھا۔ یہ آہ اسی کا نتیجہ تھی۔ راجا نے مجھے اشارہ دیا تھا کہ ہم جمی سے سودا کرنے آئے ہیں۔ جھگڑا کرنے نہیں۔ راجا نے معذرت کی "یار جمی، اس کی بات کا برا مت ماننا۔ جب سے اس کا باپ مرا ہے، یہ اسی قسم کی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔"

جمی نے مشکوک نظروں سے مجھے دیکھا "یہ تو شروع سے اسی قسم کی باتیں کرتا آرہا ہے۔"

"ہاں اس کے والد صاحب بچپن میں ہی گزر گئے تھے۔" راجا نے سادگی سے کہا۔

جمی اب بھونچکا رہ گیا "بچپن میں، وہ کیسے .... میرا مطلب ہے پھر یہ جلیل...."

"میرا مطلب تھا جلیل کے بچپن میں۔" راجا نے جلدی سے کہا اور میری طرف ملتجی انداز میں دیکھا کہ میں جمی کو دندان شکن جواب دینے سے گریز کروں لہٰذا میں صرف اپنی بتیسی کی نمائش کرتا رہا جو درحقیقت دانت پیسنے کی مشق تھی۔"

"یہ بکرے ہیں۔" راجا نے بغور بکروں کو دیکھا۔

"ہاں تمہیں کیا نظر آتے ہیں؟" جمی نے خفگی سے کہا "یہ بکرے ہی ہیں۔"

"اچھا کمال ہے۔ اتنے چھوٹے، میرا مطلب ہے کہ بکرے کا خلاصہ لگتے ہیں۔" راجا نے کسی کامیاب برنس مین کی طرح کہا جو سودے سے پہلے ہی چیز کی خامیاں گنوا کر دکان دار کو شرمندہ کردے لیکن جمی شرمندہ ہونے والوں میں سے نہیں تھا۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے راجا کو دیکھا "جیسے تو انسان کا خلاصہ لگتا ہے۔ اب یہ بکرے ہی ہیں۔ بس ذرا چھوٹے ہیں۔"

"ذرا.... خیر تو کہتا ہے تو بکرے ہی ہوں گے۔" راجا بولا "کس حساب سے بیچو گے تول کر یا درجن کے حساب سے۔"

جمی نے ایک بار پھر راجا کو خونی نظروں سے دیکھا اور ناقابل اشاعت الفاظ میں اسے بتادیا کہ وہ کیا چیز تول اور کیا چیز درجن کے حساب سے بیچے گا۔ راجا ڈپلومیسی سے مسکراتا رہا۔ جب جمی بک جھک کر خاموش ہوگیا تو راجا نے کہا۔

"ایک بکرا بیچو گے؟"

جمی کا موڈ فوراً بدل گیا۔ "کیوں نہیں، بکرے میں نے اپنے ولیمے کے لیے تو نہیں پالے۔"

اب بھاؤ تاؤ شروع ہوا۔ جس بکرے کے جمی نے گائے والے دام لگائے تو راجا نے مرغی کے۔ دونوں نے یہ ظاہر کیا کہ انہیں ہارٹ اٹیک ہونے والا ہے قیمت سن کر۔ راجا کا خون شوں شوں کر کے کھولنے لگا تو جمی کا خون خشک ہوگیا۔ ان کی گفتگو سے ظاہر تھا کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کتنے سنگین عزائم رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے آباؤ اجداد کے بارے میں ان کی معلومات کس قدر غلط تھیں۔ اس زبانی جنگ میں راجا کا پلہ بھاری تھا کیونکہ جمی کی طرح اس کا دماغ بھی موٹا اور سست تھا۔ وہ جتنی دیر میں سوچتا، راجا بول بھی چکا ہوتا تھا۔ اس دوران میں قیمت کے مسئلے پر اختلاف کم ہوتا جارہا تھا۔ راجا نے پچاس فیصد رقم بڑھائی تھی تو جمی نے بادلِ ناخواستہ پچاس فیصد کمی کی تھی۔ بالآخر جمی پچیس سو پر آکر اٹک گیا۔ اس نے ہانپ ہانپ کر کہا "اس سے... جو... ایک... پیسہ... کم لے... وہ باپ کا... نہیں۔"

راجا نے اعلان کیا "اور جو دو ہزار سے ایک پیسہ زیادہ دے۔ وہ ولدالحرام۔"

"تیرے بارے میں.... مجھے کوئی شبہ... نہیں ہے۔" جمی دہاڑا۔

راجا بھی چلایا "تو کون سا..."

میں نے محسوس کیا کہ اب میری مداخلت ضروری ہے ورنہ زبانی کلامی میں تو راجا آگے تھا لیکن ہاتھا پائی کی نوبت آگئی تو وہ خسارے میں رہے گا۔ میں نے بہ مشکل دونوں فریقوں کو ٹھنڈا کیا۔

"دیکھو جمی، ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔" میں نے کہنا چاہا۔

"کاروبار میں کوئی دوستی نہیں ہوتی۔" جمی نے میری بات کاٹی۔

UrduPhoto.com

"ٹھیک کہا تو نے لیکن انصاف کی بات ہے کہ یہ بکرا دو ہزار کا بھی نہیں ہے۔ اتنا بڑا بکرا تو ہم کہیں سے بھی اس سے کم قیمت میں لے سکتے ہیں۔ اب تو ہٹ دھرمی دکھائے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔" میں نے جمی کو خبردار کیا۔

"جاؤ... جاؤ جہاں سے مل رہا ہے لے لو۔ میرے نقصان کی پروا مت کرو۔" جمی نے خفگی سے کہا۔

"جلیل کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس موٹے خسیس سے بات کرنے کی۔" راجا چلایا "بکرے بہت مل جائیں گے۔"

"راجا ایک منٹ کے لیے خاموش بیٹھ۔" میں نے کہا اور جمی سے کہا "یہ سب بکرے کتنے کے بیچو گے۔ سوچ کر ایک قیمت بتاؤ؟"

"ایک قیمت۔" جمی فوراً سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے پاس دس بکرے تھے "پچیس ہزار... نہیں تیس ہزار۔ ہاں اتنی رقم ٹھیک رہے گی۔" اس نے بہ آواز بلند سوچا "تم تیس ہزار دے دو سارے بکرے تمہارے۔"

"اگر میں تمہیں پینتیس ہزار دلوا دوں تو..."

جمی کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "پینتیس ہزار۔" اس نے کہا "تم کیسے دلواؤ گے؟"

"یہ میرا کام ہے جمی! ہاں اتنا بتا دوں کہ پینتیس سے اوپر جتنا ہو گا سب میرا ہو گا۔"

جمی کی آنکھیں مزید پھیلیں "پینتیس سے بھی اوپر۔ کتنی رقم اور؟"

"شاید اتنی ہی اور..."

اس دفعہ جمی کی آنکھوں میں پھیلنے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ وہ پہلے ہی ممکنہ حد تک پھیل چکی تھیں۔ "جلیل تو کس چکر میں ہے۔ مجھے کسی گڑبڑ کی بو آ رہی ہے۔"

"تیری ناک خراب ہے۔ کوئی گڑبڑ نہیں ہے۔" میں نے خلوص سے کہا۔

"میں نہیں مان سکتا۔" جمی نے اپنا گھڑے جیسا سر ہلایا "تو کوئی کام بغیر گڑبڑ کے نہیں کر سکتا۔"

"چل گڑبڑ ہے بھی تو تجھے کیا؟" میں نے بھنا کر کہا "تجھے صرف اپنے منافع سے مطلب رکھنا چاہیے۔"

"منافع۔" جمی پھر سوچ میں پڑ گیا۔ رقم کا سن کر اس کی عقل یونہی کسی چراگاہ کی طرف چلی جاتی تھی "دیکھ یار مروا مت دینا۔ میں غریب آدمی ہوں۔"

"نہیں تم غریب ہو اور نہ آدمی ہو۔" راجا نے شر انگیزی کی "تم وہ ہاتھی ہو جو اپنے دانتوں کی دولت پر سانپ بن کر بیٹھے ہو بلکہ اژدہا بن کر۔ موٹے کنجوس۔"

جمی ہلنے لگا جیسے زلزلے سے زمین کانپتی ہے۔ وہ دراصل غصے سے کانپ رہا تھا۔ "جلیل تو اس کو لے کر دفع ہو جا ورنہ..." جمی کی دھمکی اور راجا کے لیے اس کا لقب بیان کرنے کے قابل نہیں۔

مجھ سے پہلے راجا بھاگا لیکن جانے سے پہلے اس نے جمی کی شان میں اس کے وزن سے بھی زیادہ وزنی گستاخیاں ضرور کی تھیں۔ باہر آ کر راجا نے مایوسی سے کہا "جلیل بات نہیں بنی۔ اب بکرا کہاں سے ملے گا؟"

"یہیں سے۔" میں نے یقین سے کہا "اور فری ملے گا۔"

"فری۔" راجا نے رک کر مجھے یوں دیکھا جیسے میں کوئی پاگل کتا ہوں اور ابھی اسے کاٹ کھاؤں گا۔ "تیرا دماغ چل گیا ہے۔ جمی کسی کو کچھ فری دینے والا نہیں ہے۔ موت کے فرشتے سے بھی جان کا سودا کرے گا۔ جب وہ اسے جہنم لے جانے کے لیے آئے گا۔"

"میرا دماغ ضرور چلا تھا۔" میں نے اعتراف کیا "جب تم دونوں تازہ سوکنوں کی طرح لڑ رہے تھے لیکن بالکل درست سمت میں میرے ذہن میں ایک شاندار اسکیم آئی ہے جس سے سب کا کام ہو جائے گا۔"

"یا سب کا کام تمام ہو جائے گا۔" راجا نے سرد آہ بھری۔ "جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا ہے۔"

"لیکن اس دفعہ ایسا نہیں ہو گا۔" میں نے اسے یقین دلایا "جب تو میرا آئیڈیا سنے گا تو اش اش کرے گا۔"

کچھ دیر بعد ہم دھواں دھار مسالے والی بمبئی بریانی کھا رہے تھے۔ میرے کانوں سے شاید دھواں نکل رہا تھا اور آنسوؤں کی وجہ سے ماحول اشک آور لگ رہا تھا۔ وہاں جملہ حاضرین زار و قطار رو رہے تھے۔ آتش نے غالباً اسی بریانی کے بارے میں کہا تھا۔

شاید اسی کا نام بریانی ہے آتش
ایک آگ سی سینے میں لگی ہے

دردناک لنچ سے فارغ ہو کر ہم نے دودھ پتی کے دو کپ پیٹ میں انڈیلے، تب کہیں جا کر ہوش ٹھکانے آئے۔ راجا نے ڈکار لے کر کہا "ہاں تو تیرا شاندار آئیڈیا کیا ہے؟"

میں نے سوچ کر کہا "راجا آئیڈیا تو پرانا ہے لیکن چل سکتا ہے۔ اسے کسی نے بقر عید پر نہیں آزمایا ہو گا۔"

جب میں نے راجا کو اپنے آئیڈیے سے آگاہ کیا، اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا "نہیں چلے گا۔ پبلک بہت ہوشیار

UrduPhoto.com

ہو گئی ہے۔ وہ فوراً پکڑے گی اور پھر ہمیں پکڑ لے گی اور مار مار کر دنبہ بنا دے گی۔"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ آزمانے میں کیا حرج ہے' دوسرے یہ کہ کوئی ہمیں نہیں پکڑے گا کیونکہ ہم کسی کو دھوکا نہیں دے رہے۔ لوگ زیادہ سے زیادہ جھوٹا کہہ دیں گے تو وہ تو ویسے ہی کہتے ہیں۔"

"تجھے یقین ہے کہ ہمیں کوئی نہیں پکڑے گا۔ مثلاً پولیس۔" راجا نے نقطہ اٹھایا۔

"پولیس کو قائل کرنا کیا مشکل ہے یار' وہ تو ویسے ہی قائل ہونے کے بہانے تلاش کرتی ہے۔"

"اچھا فرض کر' کسی کو شک ہو گیا تو....؟"

"تو ہم بھاگ جائیں گے۔" میں نے دانت نکال کر کہا "ہم بھاگنے کے ماہر ہیں۔"

"جمی تو پکڑا جائے گا۔ وہ ہمیں بھی پکڑوا دے گا۔"

"تو جمی کو احمق نہ سمجھ۔ وہ پکڑا بھی گیا تو اصل بات نہیں اگلے گا۔ یعنی ہمارے بارے میں نہیں بتائے گا ورنہ خود بھی مارا جائے گا۔"

راجا ابھی بھی مطمئن نہیں ہوا تھا۔ "چل میری تو مجبوری ہے۔ میرے ظالم باپ نے مجھے وارننگ دی ہے کہ میں نے قربانی کے لیے بکرا مہیا نہیں کیا تو وہ مجھے دکان سے اٹھا کر راؤنڈ پر لگا دے گا۔ ذرا سوچ میں گدھا گاڑی چلاتا کیسا لگوں گا۔"

میں دنگ رہ گیا "یعنی تو گدھے کی جگہ....."

راجا برا مان گیا۔ "میرا مطلب تھا کہ اب ابا کی جگہ میں کپڑے جمع کروں گا اور دھلنے کے بعد گھروں پر پہنچاؤں گا۔ سوچ کتنی بے عزتی ہو گی۔"

"ہاں۔" میں نے تائید کی "گدھے کی بھی آخر عزت ہوتی ہے۔"

"گدھے کے بچے۔" راجا بھنا گیا لیکن اس سے پہلے وہ میری شان میں طویل نثری نظم کا آغاز کرتا' میں نے معذرت کر کے اسے منا لیا۔ راجا ٹھنڈا ہو کر بولا "آخر تجھے ایسی کیا مجبوری ہے جو تو اپنی جان جوکھم میں ڈال رہا ہے؟"

"پیسہ۔" میں نے فلسفیانہ انداز میں کہا "جو ہر انسان کی مجبوری ہے۔ میں سنجیدگی سے کسی شریفانہ کام کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ جس کے لیے پیسہ چاہیے۔"

راجا نے قہقہہ مارا جس کا مجھ سے زیادہ برا قریب سے گزرتے بزرگ وار نے منایا۔ ان کے خیال میں راجا نے یہ قہقہہ ان کو دیکھ کر مارا تھا جو ستر برس کی عمر میں سترہ برس کے نظر آنے کی کوشش کر رہے تھے اور ان کے ساتھ ان کی تیسری یا چوتھی منکوحہ تھی۔ "جلیل تو کم از کم مجھے بے وقوف بنانا چھوڑ دے۔ تو کسی شریفانہ کاروبار کے لیے اتنا ہی سنجیدہ ہو سکتا ہے جتنا کہ شیر گوشت نہ کھانے کے بارے میں۔"

"یا کوئی فلمی پروڈیوسر' تجھے اپنی اگلی فلم میں ہیرو لینے کے لیے۔" میں نے جل کر کہا۔

"چل میں نے مان لیا کہ تو سنجیدہ ہے۔ اب یہ بتا کہ جمی کو کیسے تیار کرے گا۔ بکرے تو اسی کے پاس ہیں۔"

"جمی کو تیار کرنا کیا مشکل ہے۔ چارا تو میں پھینک آیا ہوں۔ وہ کل ورنہ پرسوں خود دوڑا آئے گا۔"

"وہ نہیں آئے گا۔" راجا نے یقین سے کہا۔

"چل شرط لگا لے۔" میں نے ہنس کر کہا "تو ایک بار پہلے بھی اسی قسم کی شرط لگا چکا ہے۔ جب تجھے کیفے ڈی پھونس میں لگے درخت پر چڑھ کر اپنے باپ میرا مطلب ہے کہ اس کے گدھے کی آواز نکالنی پڑی تھی۔"

اس عبرت ناک موقع کو یاد کر کے راجا شرط لگانے سے تو باز رہا لیکن ابھی بھی اسے یقین نہیں تھا کہ جمی میرے پاس آئے گا۔ یقین تو مجھے بھی نہیں تھا۔ جمی کے ساتھ میرے پچھلے کچھ معاملات ایسے رہے تھے کہ اب اس کا مجھ پر اعتبار کرنا اتنا ہی مشکل تھا' جتنا سرکاری خبرنامے میں خبروں پر مشکل تھا لیکن راجا نے یہ بالکل درست کہا تھا کہ میں شریفانہ کام کے لیے سنجیدہ تھا۔ خالہ لاؤڈ اسپیکر کے تیور ہر گزرتے دن ملک کی اقتصادی حالت کی طرح خراب ہوتے جا رہے تھے اور وہ آئے دن اماں سے کہنے لگی تھیں "اے بہن' میں کب تک لونڈیا کو گھر بٹھائے رکھوں گی۔"

اماں انہیں تسلی دیتی تھیں "بس کچھ دن کی بات ہے جیسے ہی میرا جلیل کام سے لگا بس....."

اس کے بعد بس ہی تھا۔ اس بس کا جواب نہ اماں کے پاس تھا اور نہ میرے پاس لیکن اماں اور شنو کی نگاہیں مجھ سے ضرور پوچھتی تھیں کہ اب انتظار کب تک۔

○☆○

دوسرے دن تو نہیں البتہ تیسرے دن جمی ضرور آ گیا۔ اس کا لالچ اسے کھینچ لایا تھا۔ اماں نے مجھے مطلع کیا کہ باہر ہاتھی گینڈے کے خاندان سے تعلق رکھنے والا ایک شخص آیا ہوا ہے تو میں فوراً سمجھ گیا۔ وہ سوائے جمی کے کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ میں باہر نکلا تو جمی کے چاروں طرف بچے جمع تھے۔ وہ اسے اور اس چیز کو یکساں دلچسپی سے دیکھ رہے تھے جس پر جمی سوار تھا۔ یہ بہت پرانی شاید جنگِ عظیم کے زمانے

UrduPhoto.com

کی ہیوی بائیک تھی اور خاص بات یہ تھی کہ وہ جمی کو نہیں لائی تھی بلکہ جمی اسے چلا کر یہاں تک لایا تھا۔ اس کی صورِ اسرافیل جیسی آواز ایک میل دور سے صاف سنائی دیتی۔ وزن میں یہ جمی کے برابر ہی تھی۔ شاید اسی وجہ سے جمی اس گدھے کی طرح ہانپ رہا تھا جس نے نمک کے دھوکے میں پشت پر بندھی روئی پانی میں بھگو دی تھی۔

"کیسی ہے؟" جمی نے فخر سے کہا۔

"کون کدھر ہے؟" میں نے چاروں طرف دیکھا۔

"اے میں اس کی بات کر رہا ہوں۔" جمی نے بائیک پر ہاتھ مارا تو اس کا ایک طرف کا شیشہ ٹوٹ کر لٹکنے لگا۔ ظاہر ہے یہ آلٹریشن کسی نے بعد میں کی تھی ورنہ ملٹری ماڈل میں اس قسم کی چیزوں کی گنجائش نہیں ہوتی۔ نقصان ہوتا دیکھ کر جمی کے چہرے پر زلزلے کے سے تاثرات نمودار ہوئے۔ میں نے اپنی ہنسی ضبط کر کے کہا۔

"اچھا تو اس کی بات کر رہا تھا۔ میں سمجھا تھا کوئی لڑکی ہے۔"

"تجھے تو خواب میں بھی لڑکیاں ہی نظر آتی ہیں۔" جمی نے خفا ہو کر کہا "ابے میں بائیک کی بات کر رہا تھا۔ ایسی چیز ہر ایک کے پاس نہیں ہوتی۔"

"ہاں ہر ایک میں اتنی برداشت کہاں ہوتی ہے۔" میں نے تائید کی اور بچوں سے کہا "بیٹے بھاگ جاؤ' اس سے پہلے کہ یہ چیز تمہیں کاٹ لے۔"

ظاہر ہے بچے کہاں ٹلنے والے تھے بلکہ ایک پانچ سالہ سرکش نے کہا "خود بھی تو بھاگو۔ تمہیں نہیں کاٹے گی۔"

"میں عادی ہو گیا ہوں بیٹے۔" میں نے آہ بھر کر کہا اور جمی کے پیچھے بیٹھ کر کہا "یہاں سے نکل چلو' اس سے پہلے کہ بچوں کے ساتھ بڑے بھی آجائیں۔ تم دونوں کی زیارت کے لیے۔"

"وہ... اس میں پیٹرول نہیں ہے۔" جمی نے ندامت سے کہا۔

"اُلو کے پٹھے۔" میں موٹر سائیکل سے اتر آیا "تو پھر اس مردے کو لے کر میرے دروازے تک آنے کی کیا ضرورت تھی۔ فوراً سے پیشتر دفع ہو جاؤ ورنہ بچوں کو پیچھے لگا دوں گا۔"

"یار آتے ہوئے پورا ایک لیٹر پیٹرول ڈلوایا تھا۔" جمی نے فریادی لہجے میں کہا "راستے میں ہی ختم ہو گیا۔"

میں نے افسوس سے سر ہلایا "جمی تو عقل سے بھی یتیم ہوتا جا رہا ہے۔ یہ بائیک پیٹرول کے معاملے میں مریسیڈیز سے کم نہیں ہے۔ ایک لیٹر تو اس کی داڑھ... میرا مطلب ہے کاربوریٹر بھی گیلا نہیں ہوتا۔ کس نے تیرے ساتھ یہ دشمنی کی ہے۔ تجھے دیوالیہ کرنے کی سازش کی ہے۔"

"سازش تو نہیں ہے۔" جمی کا لہجہ رو دینے والا تھا "اسے میں نے پانچ ہزار کے بدلے لیا ہے۔"

"کس سے' اپنے کسی کرائے دار سے؟" میں نے کہا۔

جمی نے سر ہلایا "ہے ایک حرامی' پورے تین مہینے سے کرایہ نہیں دیا تھا۔ سامان اس کے پاس تھا نہیں۔ اس نے کہیں سے یہ موٹر سائیکل لا دی۔ اب میں اسے کہاں ڈھونڈوں۔ میرے پانچ ہزار۔"

"ان پر فاتحہ پڑھ لے۔" میں نے اسے مشورہ دیا "یہ تو سفید ہاتھی ہے' کوئی پانچ ہزار کے ساتھ دے تب بھی میں اسے نہ لوں۔"

جمی نے بائیک کو اڑیل گدھے کی طرح کھینچنا شروع کر دیا "اسے کوئی خریدے بھی نہیں سکتا۔"

"شیر شاہ لے جاؤ' شاید کباڑیا تول کر لے لے۔ نہ جانے یہ اب تک چل کیسے رہی ہے۔ اس کے اسپیئر پارٹس بھی نہیں ملتے۔" جمی نے فیصلہ کیا کہ اس بائیک پر مزید پیٹرول ضائع کرنا بے کار تھا لہٰذا اس نے جمن خانے کی طرف پیدل مارچ جاری رکھی اور میں ایک بس سے لٹک گیا۔ بولٹن مارکیٹ سے ہو کر جب میں جمن خانے پہنچا تو جمی موٹر سائیکل کھینچتا نمودار ہوا۔ اس کی حالت اس ریل انجن سے زیادہ خراب ہو رہی تھی' جس نے اکیلے ٹرین لے کر کوئٹہ تک کا سفر کیا ہو۔ بائیک اس نے ایک طرف پھینکی اور احاطے میں بینچ پر لیٹ کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ اس دوران میں اس کی زبان سے وقتاً فوقتاً موٹر سائیکل' اس کے بنانے والوں اور اسے جمی کو بیچنے والے کے بارے میں سنسنی خیز انکشافات کر رہی تھی۔ افسوس کہ ان میں سے کوئی انکشاف قابلِ اشاعت نہیں تھا۔ مجھے اس کی حالت پر کوئی تعجب نہیں تھا۔ اس ہاتھی نما موٹر سائیکل کو دو میل پیدل کھینچ کر میں خود جمی سے کہیں زیادہ سنسنی خیز انکشافات کر سکتا تھا۔ ابھی بارہ بجے تھے۔ اس لیے جمن خانے کا احاطہ ویران نظر آ رہا تھا ورنہ یہاں ریوڑ کی صورت میں پھرنے والے بچے شورِ قیامت برپا کیے ہوتے جو اس وقت اسکول گئے تھے۔ گھر کی عورتیں کام کر رہی تھیں۔ سامنے ایک بالکونی میں ایک حسینہ دُھلے ہوئے کپڑے لٹکا رہی تھی اور اس دوران میں دو بار مجھے مسکرا کر دیکھ چکی تھی۔ وہ خاصے سنسنی خیز لباس میں تھی۔ جسے دیکھ کر تنگی کا لفظ بہ خوبی سمجھ میں آنے لگتا ہے۔ میں اسے دیکھنے میں اتنا محو تھا کہ جمی کو بھی بھول گیا تھا۔ آخری بار

وہ بالکونی میں آئی' اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور مجھے آنکھ مار کر اندر چلی گئی۔ میں بھونچکا رہ گیا تھا۔

"یہ ایسی ہی حرافہ ہے۔" جمی اچانک بولا تو میں چونکا۔

"کک... کون؟" میں نے خفت سے کہا۔

"یہی جو ابھی تجھے آنکھ مار رہی تھی۔" جمی اٹھ بیٹھا۔ وہ خبیث لیٹے لیٹے سب دیکھ رہا تھا۔ "شوہر ہے کاٹھ کا اُلو۔ اسے کام پر لگا رکھا ہے۔ سنا ہے کہ کہیں آلو چھولے کی ریڑھی لگاتا ہے۔ سینما کے آگے۔ صبح جاتا ہے تو رات واپس آتا ہے۔ اس کو کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔ صبح' دوپہر' شام تینوں ٹائم کوئی نہ کوئی اس کے فلیٹ میں گھسا رہتا ہے۔ بلڈنگ کے آدھے مرد اس کے دیوانے ہیں' یہ بھی سب کو لائن دیتی ہے۔"

"اچھا یہ دوسری مس حسینہ ہے۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ قارئین کو یاد ہوگا جمی کے ایک فلیٹ پر ایک ڈاکو حسینہ قابض ہوگئی تھی۔ بعد میں وہ اور اس کا پارٹنر تو ہمارا پیڑا غرق کرکے فرار ہوگئے تھے اور میں بھی پولیس سے بچ گیا تھا مگر جمی کو پولیس لے گئی تھی۔ ہرچند کہ جمی نے زبانی کلامی انہیں اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کی بھرپور کوشش کی تھی مگر پولیس والے ایسے کسی کی بات پر یقین کرتے ہیں۔ انہوں نے دو دن تک جمی کو تھانے میں بجا کر سنا اور جب اس کے بیان میں کوئی فرق نہیں پایا تو بادل ناخواستہ دس ہزار کے بدلے اپنے خیال میں ترمیم کرلی ورنہ اُس سے پہلے وہ جمی کو بھی مس حسینہ اور اس کے شیدی ساتھی کا ساتھی قرار دے رہے تھے۔ ان کا تیسرا ساتھی جو فلیٹ میں مارا گیا تھا' پولیس اس قتل کو بھی جمی کے کھاتے میں لکھنا چاہتی تھی۔ مگر اس کی خوش قسمتی کہ مس حسینہ اور شیدی گرفتار ہوگئے اور اب پولیس والے ان کی طرف متوجہ تھے۔ خاص طور سے مس حسینہ سے تفتیش کرنے کا ہر ایک مشتاق تھا۔ مجبوراً انہوں نے جمی کو چھوڑ دیا۔ مس حسینہ کے ذکر پر جمی خفا نظر آنے لگا تھا۔

"یہ کون سا موقع ہے۔ اس خبیث عورت کو یاد کرنے کا۔"

"یہ والی حسینہ بھی مجھے مشکوک نظر آتی ہے۔ ممکن ہے اس کا گھر والا کوئی منشیات فروش ہو۔ آلو چھولے کے بہانے پڑیاں بیچتا ہو۔"

جمی کا رنگ اڑ گیا۔ "خدا کے لیے جلیل۔" اس نے بلبلا کر کہا "آخر تو ہمیشہ منحوس بات کیوں کرتا ہے۔ اگر یہ سچ مچ منشیات فروش نکلا تو اس دفعہ مجھے تھانے سے آکا نصیب نہیں ہوگا۔"

"آمین... میرا مطلب ہے خدا نہ کرے۔ خیر دفع کر یہ بتا کہ تو میرے گھر کیوں آیا تھا۔ تجھے پتا نہیں میری اماں کے بارے میں۔ پہلے ہی میرے دو دوست مارے جا چکے ہیں تو بچ گیا۔"

جمی ڈر گیا "کیا پستول ہے اس کے پاس؟"

"اس سے بھی زیادہ خطرناک چیز۔" میں نے کہا البتہ یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ خطرناک چیز بیلن تھا جو اماں نے دو بار راجا کو مارا تھا۔ دونوں بار انہیں نقصان بیلن کا اٹھانا پڑا تھا۔

جمی پھر بلبلایا "جلیل' منحوس کہیں کے۔ اگر تو مجھ سے اسی طرح ملتا رہا تو کسی دن میرا جنازہ اٹھایا جائے گا۔"

"آمین... میرا مطلب ہے خدانخواستہ..." میں نے کہا "ویسے تیرے جنازے کے لیے لفظ ڈھونا... زیادہ مناسب رہے گا اور شاید تجھے کرین سے قبر میں اتارا جائے گا۔ تیری قبر بھی دو قبروں کی گنجائش کے برابر ہوگی۔ اسی مناسبت سے کفن دفن کا خرچا بھی بڑھ جائے گا۔"

جمی کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ اب معلوم نہیں اپنی وفات کے تصور سے یا اس موقع پر پیش آنے والے متوقع اخراجات کے خوف سے۔ اس کے بعد اس نے خونی نظروں سے مجھے گھورا۔ "منحوس شخص اب کہ تو نے منہ سے ایک لفظ نکالا تو میں اپنا ارادہ ملتوی کردوں گا۔"

"کیسا ارادہ؟" میں ہنسا "مرنے کا یا مرنے کے بعد کفن دفن کا۔ ویسے تو چاہے تو اس سے بچ سکتا ہے۔ اپنی لاش عطیہ کرجانا۔ میڈیکل کے طلبا دل' گردے اور پھیپھڑے نکال لیں گے۔ ڈھانچا بھی کوئی خرید لے گا اور رہا گوشت تو اس شہر میں بے شمار گوشت خور جانور ہیں جنہیں کارپوریشن مفادِ عامہ کے لیے پالتی ہے۔ ان کا بھلا ہوجائے گا۔"

جمی رونے کے قریب ہوگیا۔ "خدا کے لیے جلیل اپنی بکواس بند کر۔ تیری باتیں سن کر میرا ہارٹ فیل ہونے لگا ہے۔"

"یعنی تیرا ارادہ بن رہا ہے۔" میں نے قہقہہ مارا "خیر تو سنا کیا کہہ رہا تھا۔"

"تیرا مرغیہ۔" جمی بھنا کر بولا پھر اسے اصل بات یاد آئی تو اس کا لہجہ بدل گیا "جلیل وہ تو کوئی آئیڈیا دے رہا تھا۔"

"آئیڈیا؟" میں نے انجان بن کر کہا "کس بارے میں؟"

"بکروں کے بارے میں۔" جمی نے ضبط سے کام لیا تھا۔

"کن بکروں کے بارے میں؟"

اس دفعہ وہ ضبط سے کام نہیں لے سکا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ کن بکروں کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ جن کے

UrduPhoto.com

بارے میں اُردو میں خاصے ناقابلِ اشاعت محاورے مشہور تھے۔ آخر اس نے چیخ کر کہا "تمہارے والد ماجد بکرے جو تم خریدنے آئے تھے۔"

"حالانکہ صورت سے تو وہ تمہارے والد ماجد سے ملتے ہیں۔ وہی سرمہ زدہ سیاہ آنکھیں۔ ویسی ہی چگی داڑھی اور آواز بھی وہ بکروں جیسی ہی نکالتے تھے۔"

کچھ دیر زبانی جنگ کے بعد ہم نے ایک دوسرے کے اجداد کو بخشنے کا فیصلہ کیا اور بزنس پر بات کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد ہم میں اتنی یگانگت پیدا ہوگئی کہ جمی نے مجھے اپنے فلیٹ پر لے جاکر چائے بھی پلوائی' چائے وہ پڑوسن سے بنوا کر لایا تھا۔

میں نے اس سے کہا "میں نے جو آئیڈیا سوچا ہے' اس میں تھوڑا خطرہ ہے لیکن ذرا سی ہمت سے کام لے کر ہم کامیاب ہوسکتے ہیں۔"

خطرے کا سن کر جمی کے وسیع و عریض چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں "کک... کیسا خطرہ... پکڑے جانے کا۔"

"حاصل ہونے والے فائدے کے مقابلے میں خطرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف تمہیں ہی پینتیس ہزار ملیں گے۔ ویسے تمہیں شاید بیس ہزار بھی نہ ملیں۔"

"بیس ہزار..." جمی نے اچھل کر کہنا چاہا۔

"دیکھ جمی... بے وقوف کسی اور کو بنانا۔" میں نے اس کی بات کاٹی "اب تو میری بات سن۔"

"سناؤ۔" بادلِ ناخواستہ جمی بولا۔

میں نے تفصیل سے اسے اپنا آئیڈیا بتایا۔ شروع میں تو وہ اپنے بکروں جیسی شکل بنا کر بیٹھا رہا پھر اس کے انداز میں دلچسپی پیدا ہوئی جو بڑھتی ہی چلی گئی۔ آخر میں اس نے اچھل کر کہا "زبردست آئیڈیا ہے۔"

اس کے اچھلنے سے کرسی ٹوٹتے ٹوٹتے بچی تھی۔ "اب ایسی جگہ کا انتخاب کرتے ہیں جہاں ہمیں کوئی پہچان نہ سکے۔"

"سہراب گوٹھ کی بکرا پیڑی چلتے ہیں۔" جمی نے تجویز پیش کی۔

"وہ جگہ بہت دور ہے۔" میں نے نفی میں سر ہلایا "پھر وہاں پولیس بھی بہت ہوتی ہے۔"

"اچھا تو لالو کھیت والی بکرا پیڑی کیسی رہے گی؟"

"وہاں زیادہ خطرہ ہے۔ پھنسنے کی صورت میں لوگ ہی ہماری چٹنی بنادیں گے۔"

"پھر کہاں چلیں؟" جمی جھلایا۔

"ڈیفنس کے قریب لگنے والی بکرا پیڑی کیسی رہے گی؟" میں نے پوچھا۔

جمی ایک دفعہ پھر اچھلا۔ اس دفعہ لکڑی کی کرسی اس کے بوجھ سے ٹوٹ گئی۔ وہ دھماکے سے فرش پر گرا تو مجھے یقین تھا کہ چھت بھی ٹوٹ جائے گی اور پھر یہ سلسلہ آخری منزل تک چلتا رہے گا۔ جمی تو مارا جاتا ہی' اس کے ساتھ نہ جانے کتنے بے گناہ بھی مارے جاتے لیکن انگریزوں کے دور کی بنی یہ عمارت میرے اندازے سے زیادہ مضبوط تھی۔ ایک اور سانحہ برداشت کرگئی۔ جمی نے اٹھتے ہوئے خفت سے کرسی کو گالیاں دیں۔

"اس بے چاری کا کیا قصور ہے۔" میں نے افسوس سے کرسی کی طرف دیکھا جس کے چاروں پائے ذبح ہوجانے والے بکرے کی طرح الگ الگ پڑے تھے۔ "غالباً یہ والدِ ماجد کی نشانی تھی؟"

"اماں کے جہیز کے ساتھ آئی تھی۔" جمی نے آہ بھری "آج ان کی روح تڑپ گئی ہوگی۔ ایسی بارہ کرسیاں تھیں۔"

"گویا ان کی روح بارہ مرتبہ تڑپی ہوگی۔ خیر میں نے کیا پوچھا تھا؟"

"ڈیفنس کی بکرا پیڑی کے بارے میں۔ جگہ بہترین ہے۔ پیسے والے لوگ آئیں گے۔"

"بس ایک مسئلہ ہے۔ تیرے بکرے وہاں کے قابل نہیں لگتے۔ خیر ان کو سجا سنوار لیں گے۔ آخر پیڈی نسل کے بکرے بھی تو ہوتے ہیں کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ پیڈی نسل کے بکرے ہیں۔ ان کا گوشت ہرن سے بھی زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔"

"پیڈی یہ کون سی نسل ہوتی ہے؟" جمی نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"یہ تو مجھے بھی نہیں پتا۔" میں نے اعتراف کیا "لیکن کہنے میں کیا حرج ہے؟"

"حرج یہ ہے کہ کوئی بکرا شناس نکل آیا تو؟" جمی بھنایا۔

"تو تم اس سے بڑے بکرا شناس بن جانا۔ بات تمہاری مانی جائے گی۔ آخر بکرے تمہارے ہی تو ہیں بلکہ ایسا کرنا کہ ایسے کسی موقع پر راجا کو آگے کردینا۔ وہ خود ہی نمٹ لے گا۔"

"راجا۔" جمی یک لخت برہم نظر آنے لگا "وہ مردود کس خوشی میں میرے ساتھ ہوگا؟"

"کیوں کہ وہ ہمارا دوست ہے اور اس کے بغیر یہ کام ممکن نہیں ہوگا۔"

"ہرگز نہیں۔ راجا اس منصوبے میں شامل نہیں ہوگا۔" جمی نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

UrduPhoto.com

"تو پھر اللہ حافظ۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "شہر میں اور بھی لوگوں کے پاس بکرے ہیں۔ میں تو یاری کا خیال کر کے تیرے پاس آگیا تھا۔"

"جلیل میری بات سن۔" جمی نے فوراً لہجہ بدل لیا "دیکھ راجا اپنا بھی یار ہے لیکن خواہ مخواہ کا ایک حصے دار پیدا ہو جائے گا۔"

"راجا کو صرف ایک بکرا بھی کافی ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔" جمی نے مرے ہوئے انداز میں کہا اور فوراً شرط عائد کردی "مجھے پورے پینتیس ہزار ملنے چاہئیں۔ اس کے بعد تو چاہے تو راجا کو اونٹ یا ہاتھی بھی دلوا سکتا ہے۔"

"کاش کے ہاتھی کی قربانی جائز ہوتی۔" میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں تجھے ہاتھی نظر آتا ہوں۔" اس نے ناراض ہو کر کہا۔

"نہیں یار، میں تجھے ہاتھی سے ملا سکتا ہوں۔ وہ تو بڑا معزز اور شاہی جانور ہے۔"

ظاہر ہے جمی مزید ناراض ہو گیا۔

○☆○

شنو معمول کے مطابق میری منتظر تھی۔ اس کے حسین چہرے پر تشویش یوں چھائی ہوئی تھی جیسے چاند پر ہلکی سی بدلی لیکن اس کے بدن سے لہسن، پیاز اور مچھلی کی جو ملی جلی بو آرہی تھی، اس نے مجھے دو فٹ دور رہنے پر مجبور کردیا۔ وہ باورچی خانے سے آرہی تھی یا اس نے سازش کے تحت یہ پرفیوم لگایا تھا تاکہ میں اس سے ایک فاصلے تک رہوں اور زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کروں۔

"جلیل تو آج کل کن چکروں میں رہتا ہے۔ صبح سے شام تک غائب رہنے لگا ہے۔" شنو کے لہجے میں تشویش تھی۔

"پیاری شنو، مرد ساری عمر ایک ہی چکر میں رہتا ہے اور اسی کے لیے اتنے پاپڑ بیلتا ہے۔ یعنی بنت حوا۔" میں نے اس کے چہرے پر نظر جما کر کہا تو وہ شرمانے لگی اور اس نے روایتی سا سوال کیا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

یہ خاصا اکسانے والا سوال تھا۔ یعنی آپ نے کیا کیا دیکھا۔ ظاہر ہے میں نے جو دیکھا اور جس نظر سے دیکھا، اسے بیان کردیتا تو اندیشۂ نقص امن پیدا ہو جاتا۔ شنو بے شک دل میں خوش ہوتی لیکن اوپر سے بے شرمی کے اس مظاہرے پر ضرور خفا ہوتی۔ خیر عورت اسی کا نام ہے لہٰذا میں نے اسے بتانے سے گریز کیا کہ میں کیا دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے وہ واقعی حسین سے حسین تر ہوتی جارہی تھی یا مجھے لگنے لگی تھی۔

"تم نے بڑا غلط سوال کیا ہے۔ تمہیں پوچھنا چاہیے تھا کہ اتنی دور سے کیوں دیکھ رہے ہو۔ تو میری خوب صورت سی شنو اس کی وجہ تمہارے وجود سے آتی مہک ہے۔ اس قسم کی مہک میں نے کیماڑی کے علاقے میں محسوس کی تھی جہاں کچرا مچھلی پڑی ہوئی تھی۔ اس مہک کے ہوتے میں تمہارے قریب کیوں کر آسکتا ہوں بلکہ میں چھت پر بھی کھڑا ہوں تو اسے ہی بہت سمجھو۔"

حسب توقع شنو خفا نظر آنے لگی "تو کیوں کھڑے ہو۔ دفع کیوں نہیں ہو جاتے۔"

"اب دفع ہو کے کہاں جاسکتا ہوں۔" میں نے سرد آہ بھری "کیسی کیسی لڑکیاں تھیں لیکن تقدیر دیکھو کہ کہاں پھنسایا لا کے۔"

شنو مزید خفا ہو گئی "کس نے کہا تھا پھنسنے کو، نہ پھنستے۔"

میں نے دیوار سے لٹک کر اسے جانے سے روکا "تم نے پھنسنے کو کہا تھا اور پھنسایا بھی تم نے۔"

"چھوڑ میرا ہاتھ۔" اس نے زور آزمائی کی "میرے پاس سے کچرا مچھلی کی بو آتی ہے۔"

"کچرا مچھلی کی بو۔ یہ میں نے کب کہا۔" میں نے حیرت ظاہر کی "میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ ایسی مہک پیرس سے آئے سیسس کی خالی شیشیوں سے آرہی تھی جو وہاں پڑی تھیں۔ کچرا مچھلی کے برابر میں۔ خیر تم کہتی ہو تو میں مان لیتا ہوں کہ تمہارے پاس سے کچرا مچھلی کی بو آرہی ہے۔ آرہی ہے نا؟"

"پیچھے ہٹو بے شرم۔" شنو نے مجھے دھکا دیا "پورے بدمعاش ہو۔" اس کے لہجے میں مصنوعی خفگی تھی۔

میں دیوار سے لڑھک کر نیچے گر گیا۔ "اف ظالم حسینہ!" میں نے چلا کر کہا "توڑ دیا نا آخر۔"

"کیا ٹوٹ گیا؟" شنو نے دیوار سے جھانکا۔

"یہ پین۔" میں نے جیب سے پین نکال کر کہا "اس سے چیک سائن کیا جاسکتا تھا مگر افسوس میرا اکاؤنٹ جس بینک میں ہے، وہاں تک کسی چیک کی رسائی نہیں ہے۔"

"جلیل تو ہوش میں تو ہے؟" شنو گھبرا کر بولی "تو نے چرس پی تو نہیں رکھا ہے۔"

"ہاں چٹنی نہیں ہے کافر منہ سے لگی ہوئی۔" میں نے جھوم کر کہا "میری مراد تمہارے نشۂ حسن سے ہے اور خمار

UrduPhoto.com

جوانی سے ہے۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو' اماں نے سن لیا تو۔۔۔"

"تو کیا' میں کسی خالہ لاؤڈ اسپیکر سے نہیں ڈرتا۔" میں نے سینے پر ہاتھ مارا۔

"کیا۔۔۔ کیا کہا تم نے اماں کو۔" شنو غرائی۔

"کچھ نہیں۔ میں تو کہہ رہا تھا کہ اگر دس ہزار روپے مل جائیں۔ میرے خاص اکاؤنٹ سے تو عنایت ہوگی۔"

"خاص اکاؤنٹ۔" کی اصطلاح سمجھ کر شنو لال ہو گئی "اتنی سی بات کے لیے اتنی بک بک۔۔۔"

میں نے سرد آہ بھری "بعد میں کبھی میں نے دس روپے بھی مانگے تو تم اس سے زیادہ بک بک کرو گی میری مراد۔۔۔"

"رہنے دو اپنی مراد۔" شنو نے شوخی سے کہا اور نیچے غائب ہو گئی۔

پچھلے کچھ عرصے سے میں شنو کے پاس رقم رکھوانے لگا تھا کیونکہ اماں میری رقم کو ہاتھ لگانے کے لیے تیار نہیں تھیں اور میرے پاس ہوتی تو کب کی خرچ ہو چکی ہوتی۔ جب کہ شنو کے پاس جاکر رقم کا ملنا ذرا مشکل کام تھا۔ اتنی بک بک اسے رام کرنے کے لیے ہوتی تھی ورنہ وہ ضدی حسینہ دس سوال کرتی اور ہر سوال سے ایک نیا سوال پیدا کرلینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ کچھ دیر بعد وہ چھت پر آئی۔ رقم دینے سے پہلے اس نے کہا۔

"رقم کس لیے چاہیے؟"

"قربانی کے لیے۔" میں نے کہا "بقر عید قریب ہے۔ میں نے سوچا کہ اس بار میں بھی کچھ قربان کروں۔"

"جلیل چکر کسی اور کو دینا۔" اس نے کہنا چاہا۔

"کئی کو دیا تھا لیکن پھنسیں صرف تم۔" میں نے اس کی بات کاٹی "جلدی سے نوٹ نکالو ورنہ میں راست اقدام پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

"راست اقدام۔" شنو نہیں سمجھی لہٰذا میں نے اسے بتایا کہ میں کس قسم کے راست اقدام کا ارادہ رکھتا ہوں تو وہ بیک وقت غصے اور شرم سے لال پیلی ہو گئی۔ "جلیل بے ہودہ کہیں کے۔" اس نے بہ مشکل کہا۔

"ابھی تو یہیں کا ہوں۔" میں نے قہقہہ مارا "رقم دیتی ہو یا۔۔۔"

اس نے بوکھلا کر جلدی سے مجھے دس ہزار کے نوٹ پکڑائے اور نیچے کی طرف بھاگی۔ میں بھی جان چھوٹنے پر خدا کا شکر ادا کرتا نیچے کی طرف دوڑا۔ ویسے میں نے شنو سے غلط نہیں کہا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ اگر میرا منصوبہ کامیاب رہا تو جمی کے پورنیمل قسم کے بکروں میں سے ایک بکرا ضرور قربان کروں گا۔

○☆○

جمی بے تابی سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ وہ بکروں کی جماعت کے آگے یوں ٹہل رہا تھا جیسے استاد پرچہ حل کرنے شاگردوں کے سامنے ٹہلتا ہے۔ اب بکرے دس ہی تھے۔

"دو کہاں گئے؟" میں نے جمی سے پوچھا۔

"وہ ذرا بیمار لگ رہے تھے۔" جمی نے کہا "اس لیے میں نے انہیں بیچ دیا۔"

"بیمار تھے یا مرنے والے تھے۔" میں نے بکروں کو بغور دیکھا "مجھے تو یہ بھی مرنے والے لگتے ہیں۔"

"بکو مت۔" جمی بولا "یہ بتاؤ کہ منڈی تک کیسے جائیں گے۔"

"ظاہر ہے گاڑی میں۔ بکرے ایک پک اپ میں آجائیں گے۔ البتہ تمہارے لیے شاید ٹرک کرنا پڑے۔"

"میں اپنی موٹر سائیکل پر آجاؤں گا۔" جمی خفا ہو کر بولا۔

"ایسا غضب نہ کرنا' لوگ تمہیں تو بھول جائیں گے۔ اسے سب یاد رکھیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں تو اسی کی وجہ سے پکڑا جائے۔ بہتر ہوگا' بائیک مجھے دے دینا اور خود کسی اور چیز پر آجانا۔ بکروں سمیت۔"

جمی نے بادلِ ناخواستہ چابی مجھے دی "دیکھ کر چلانا کچھ ٹوٹ نہ جائے۔"

"اس کی تو ہر قابل ذکر چیز ٹوٹ گئی ہے۔ میری فکر کر۔ اگر میں ٹوٹ گیا تو تیرے پینتیس ہزار روپے سمجھو ڈوب گئے۔ میں تیار ہو کر دوپہر تک آؤں گا۔ اس وقت رش سب سے زیادہ ہوگا اور پولیس والے بھی پیٹ پوجا کے لیے جا چکے ہوں گے اور سنو جگہ سڑک کے پاس اور گزرگاہ پر ہو تو زیادہ بہتر ہوگا۔ پیسے بچانے کے چکر میں کسی ایسی جگہ نہ جا مرنا کہ وہاں سوائے تیرے اور تیرے بکروں کے کوئی نہ ہو۔"

"اتنی عقل میرے پاس بھی ہے۔" جمی نے غرا کر کہا "یہ بتاؤ کہ تم کیا کرو گے؟"

"یہ تم وہیں دیکھ لینا تو بہتر ہوگا۔ اس طرح تمہاری اداکاری میں جان ہوگی۔ تم نے صرف واویلا مچانا ہے لیکن نہیں' واویلا تو میں نے کرنا ہے۔ تم نے صرف جوابی واویلا کرنا ہے۔"

"اور راجا منحوس کیا کرے گا؟"

"وہ پبلک اکھٹا کرے گا اور ہاں ایسا نہ ہو کہ تم بکرے ہی بیچ مارو۔ ڈھل ڈھلا کر اور میک اپ کے بعد یہ واقعی اچھے

لگ رہے ہیں۔ تم نے قیمت زیادہ رکھنی ہے اور اس سے کم قیمت پر بکرا نہیں بیچنا۔"

"کوئی اور ہدایت رہ گئی ہے تو وہ بھی دے ڈالو۔" جمی نے طنز کیا۔

"تمہیں تو خدا ہی ہدایت دے تو دے میرا صرف ایک مشورہ ہے۔ ممکن ہے کچھ احمق بھی منڈی میں آئے ہوں اور وہ تمہاری منہ مانگی قیمت بھی دینے کو تیار ہو جائیں تو لالچ میں آنے سے پہلے صرف اتنا سوچ لینا کہ میرا نام جلیل الزماں ہے۔"

"کیا کرلو گے تم؟" جمی نے سوچ کر پوچھا۔

"میں تو کچھ نہیں کروں گا۔" میں نے عیاری سے کہا "لیکن وہ تھانے دار ابھی تک ان باپ بیٹی کی تلاش میں ہے جنہوں نے اس کی بہن اور بہنوئی سے تمہارا فلیٹ خالی کرایا تھا۔"

"خبیث الزماں! بلیک میلر کی اولاد۔" جمی نے مردہ لہجے میں کہا "میں بکرے نہیں بیچوں گا۔ اگر کوئی سونے کے دام تول کر دے گا تب بھی نہیں بیچوں گا۔"

"تم عقل مند ہو گئے ہو۔ میرے موٹے بچے۔" میں نے جمی سے کہا اور اس کی ہیوی بائیک کو کک مارنے لگا مگر انجن صرف غرا کر رہ جاتا تھا' اسٹارٹ ہونے کے بجائے اور جب میں اچھے خاصے سرد موسم میں پسینے پسینے ہو گیا تو جمی نے مسکرا کر آگاہ کیا۔ "اس میں پیٹرول نہیں ہے۔"

"تو یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی موٹے سؤر۔" میں نے جھلا کر کہا "اتنی دیر میں میرا تیل نکل گیا۔"

"معاف کرنا' یاد نہیں رہا تھا۔" جمی نے معصومیت سے کہا۔

میں اس پر لعنت بھیج کر بائیک کے مُردے کو کھینچتا ہوا قریبی پیٹرول پمپ تک گیا جو خوش قسمتی سے صرف دو سو قدم کے فاصلے پر تھا۔ اگر مجھے ایک سواری کی اشد ضرورت نہ ہوتی تو میں جمی کے ساتھ اس کی موٹر سائیکل پر بھی لعنت بھیج دیتا۔ میں نے ہانپتے ہوئے پیٹرول پمپ کے بوائے سے چار لیٹر پیٹرول ڈالنے کو کہا۔ اس نے ایک طنزیہ نظر سائیکل پر ڈالی۔

"خیر سے والد ماجد نے لی ہوگی۔" اس نے پیٹرول ڈالتے ہوئے کہا "کتنے میں پڑی تھی؟"

"تمہاری والدہ ماجدہ سے کم میں پڑی تھی۔" میں نے رقم کی ادائیگی کی اور اس سے پہلے کہ مشتعل ہو کر وہ پیٹرول مجھ پر ڈال کر تیلی دکھاتا' میں فرار ہو گیا۔ میں نے راجا کے گھر کا رخ کیا۔ موٹر سائیکل میں ہارن نہیں تھا لیکن اس کی جیٹ طیارے جیسی آواز کی موجودگی میں کسی ہارن کی ضرورت نہیں تھی لیکن راجا سے پہلے اس کا باپ نکل آیا۔ راجا کے بارے میں پوچھنے پر وہ اس کتے کی طرح غرایا جس نے دوسری گلی کے کتے کو اپنی گلی میں دیکھ لیا ہو۔

"کہاں ہو گا وہ حرامی' اپنے باپ فتو کے ہوٹل میں مرا ہو گا۔ وہ بھی ایک نمبر کا حرامی ہے۔" اس کے بعد راجا کے باپ نے فتو کے آباؤ اجداد کے بارے میں جو کہا' اس سے اگر فتو کا شجرۂ نسب تیار کیا جاتا تو اس میں تمام ناپاک اور حرام جانوروں کے ساتھ راجا کے آباؤ اجداد کی آمیزش بھی ہو جاتی۔ اس سے پہلے کہ راجا کا باپ میرے بارے میں گوہر افشانی کرتا' میں نے فرار ہونے میں بہتری سمجھی۔ آخر میں راجا کے باپ نے کہا "کاش راجا کے بجائے کوئی گدھا ہوتا تو زیادہ اچھا ہوتا۔"

"ابھی بھی وہ کسی لاوارث گدھے کی سی زندگی گزار رہا ہے۔" میں نے فرار سے پہلے کہا۔ اس کے بعد جو راجا کے باپ نے کہا وہ موٹر سائیکل کے شورِ قیامت میں سنائی نہیں دیا۔ فتو کا ڈیک ٹھیک ہو گیا تھا لیکن یہ بات مجھے موٹر سائیکل رکنے کے بعد معلوم ہوئی۔ فتو نے ڈیک بند کر کے غور سے موٹر سائیکل کو دیکھا اور خلافِ توقع اشتیاق سے پوچھا۔

"یار جلیل' یہ چیز کہاں سے لے آیا؟"

پہلے میں اسے بتانے جا رہا تھا کہ یہ میری نہیں ہے لیکن فتو کے شوق کو دیکھ کر میں نے ارادہ ملتوی کر دیا۔ "تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ میں نے کبھی پوچھا ہے کہ یہ جو تمباکو مارک پتی تم چائے میں ڈالتے ہو' کہاں سے لاتے ہو؟"

لیکن فتو نے برا نہیں مانا۔ وہ خود چائے لے کر اس میز پر آگیا۔ جس پر راجا بیٹھا پورے انہماک سے گانا سن رہا تھا۔ ظاہر ہے گانا صرف بالغان کے لیے تھا۔ "کیسی شاندار چیز کا ریڑھ مار کر رکھا ہے۔" فتو نے آہ بھر کر موٹر سائیکل کو دیکھا۔

"یہ کیا ریڑھ مارے گا....." راجا نے کہنا چاہا مگر جملہ ادھورا چھوڑ کر چلایا۔ وہ بتانے جا رہا تھا کہ بائیک جمی کی ہے اور میں نے اس کے پاؤں پر جو تا مارا تھا۔ اس نے پیر اٹھا کر اس کا معائنہ کیا۔

"کیا ہوا؟" فتو چونکا۔

"ایک کتے نے کاٹ لیا۔" راجا نے قہر آلود نظروں سے مجھے دیکھا۔

"کتا... وہ یہاں کیسے آگیا؟" فتو بولا اور پھر چلا کر اپنے اسسٹنٹ کو آواز دی "چھوٹے دیکھ یہاں تیرا باپ آگیا

ہے۔"

چھوٹا دوڑتا ہوا آیا "کیسا بات کرتا ہے استاد! ابھی امارا باپ ہوتا تو ہم تیرے سے گالیاں کیوں کھاتا۔"

"ابے اندر کتا گھس آیا ہے۔" فتو سخت تشویش زدہ لگ رہا تھا۔ اس نے راجا سے پوچھا "کتا پاگل تو نہیں تھا؟"

"مجھے کیا معلوم۔" راجا نے بھنا کر کہا "تمہیں کاٹے گا تو پوچھ لینا۔"

اب چھوٹا اور اس کا استاد مل کر میزوں کے نیچے کتے کو تلاش کر رہے تھے۔ "یہ کیا خباثت تھی؟" راجا نے سرگوشی میں کہا۔

"کچھ نہیں، بس تیری زبان بند کرنا تھی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

فتو واپس آیا "کتا تو نہیں ہے۔ شاید بھاگ گیا۔"

"کہاں بھاگا ہے؟" راجا ابھی تک خفا تھا۔

میں نے اس کی طرف دیکھا "اگر تو چاہتا ہے کہ تیری دوسری ٹانگ پر بھی کتا نہ کاٹے تو خاموش بیٹھ۔"

"یہ کتا... میرا مطلب ہے موٹر سائیکل کہاں سے لی۔ یہ تو ملٹری کا ماڈل..." اس کے بعد جو فتو نے موٹر سائیکل کے بارے میں بتانا شروع کیا تو اس کا شجرۂ نسب تک بیان کر دیا۔ میں دم بہ خود رہ گیا تھا۔

"تجھے یہ سب کیسے معلوم ہوا۔ بہت ساری باتیں تو میں بھی نہیں جانتا۔"

پہلے فتو فخر سے مسکرایا اور پھر سرد آہ بھری "ایک زمانے میں مجھے بھی اس قسم کی موٹر سائیکل کا شوق ہوا تھا لیکن بڑی مہنگی چیز ہے۔"

"خود مجھے خاصی مہنگی پڑی۔ مالک ضرورت مند تھا اس لیے مل گئی۔ جلد میں اس کو ری کنڈیشن کروں گا۔"

"اس پر بہت خرچا آئے گا۔ اس کے بعض پارٹس تو اب ملتے بھی نہیں ہیں۔" فتو جلدی سے بولا۔

"اور یہ پیٹرول بھی بہت کھاتی ہے۔"

"ایسا کر بیچ دے۔" فتو نے فوراً مشورہ دیا۔

"بیچ دوں۔" میں نے صدمے سے کہا "میں نے اسے بڑی محبت سے لیا تھا۔"

"لیکن اب تو اسے رکھ نہیں سکتا تو فائدہ۔ اگر تو کہے تو میں اسے دس ہزار میں لینے کو تیار ہوں۔" فتو کا انداز ایسا تھا جیسے کسی غریب کی طلاق یافتہ اور عمر رسیدہ لڑکی کو عقد میں لینے کو تیار ہو۔

مجھ پر صدمے کا دوسرا اٹیک ہوا "دس ہزار، چودہ ہزار نو سو پچاس کی تو میں نے لی تھی۔ میرے پاس اتنی ہی رقم تھی۔ فتو..."

"چل تو پندرہ ہزار لے لے۔" فتو نے فوراً کہا۔

"اگر تو اٹھارہ دے تو میں غور کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا اور بالآخر سولہ ہزار پر بات طے ہو گئی۔ سودا ہونے کی خوشی میں فتو نے ہمیں بالائی والی چائے پلائی اور جب ہم باہر آئے تو راجا سخت بدحواس ہو رہا تھا۔

"ابے جلیل، یہ تو نے کیا کیا؟"

"ابھی تک تو کچھ نہیں کیا۔ وہ بھی نہیں کیا جو بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا یعنی شنو سے نکاح۔"

"احمق، میں موٹر سائیکل کی بات کر رہا ہوں۔ یہ جمی کی ہے اور تو نے باپ کی سمجھ کر بیچ دی۔ جب اس ہاتھی کو معلوم ہو گا تو وہ تیرے ساتھ اس سے بھی برا کرے گا جو فلم پورس کے ہاتھی میں پورس کے ساتھ ہاتھی نے نہیں کیا تھا۔"

"یعنی نکاح۔" میں نے کہا اور فوراً موٹر سائیکل اسٹارٹ کر دی۔ اس کے شور میں راجا کی آواز سنائی نہیں دی۔ ویسے بھی وہ جو کہہ رہا تھا، وہ سننے کے لائق نہیں تھا۔ میں مسکراتا رہا اور بول بول کر راجا بالآخر تھک گیا تو میرے پیچھے جا بیٹھا۔ اس بھاری بھرکم بائیک کو چلانا آسان نہیں تھا۔ یہ ذرا سا ایکسی لیٹر دیتے ہی اس گھوڑے کی طرح بھاگتی تھی جس کے پیچھے شیر لگے ہوں۔ میں نے راجا کو بتایا کہ ہمیں بکرا پیڑی جانا تھا۔ راجا کو بکرا پیڑی سے کچھ فاصلے پر چھوڑا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے میرے ساتھ دیکھے۔

○☆○

جب دو بجے میں بکرا پیڑی میں داخل ہوا تو وہاں بھانت بھانت کے مویشیوں کے ساتھ بھانت بھانت کے انسان بھی تھے اور دونوں آپس میں غلط ملط ہو رہے تھے کہ بعض جگہوں پر شناخت مشکل ہو جاتی تھی۔ خلافِ توقع جمی مجھے اپنے بکروں کے ساتھ پیڑی کے سامنے والے حصے میں نظر آ گیا۔ نہ جانے اسے یہ جگہ کیسے مل گئی تھی۔ اس نے خاصے سلیقے سے اس کی مدد سے اپنے حصے کی حد بندی کی ہوئی تھی۔ اس حصے میں اتنی صفائی نظر آ رہی تھی کہ یہ جگہ باقی منڈی کے مقابلے میں ایسی لگ رہی تھی جیسے فتو کے کیفے ڈی پھونس کے مقابلے پر پرل کانٹی نینٹل۔ تمام بکرے تمیز اور سلیقے سے ایک طرف قطار میں باادب بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے تازہ ہری گھاس رکھی تھی لیکن وہ گھاس نہیں کھا رہے تھے جیسے شادی کی تقریب میں باادب بچے کوک کی بوتلوں پر یلغار کرنے کے بجائے انتظار کرتے ہیں کہ ویٹران کی میز تک کوک سرو...

UrduPhoto.com

کریں۔ مجھے تشویش ہونے لگی۔ بکروں کو اتنا باتمیز ہو کر بھی نہیں بیٹھنا چاہیے۔ انہیں اٹھ کر کچھ چہل قدمی کرنی چاہیے تھی ورنہ میرا کام مشکل میں پڑ جاتا۔

میرا حلیہ خاصا معززانہ ہو رہا تھا۔ کلف لگے لٹھے کے سوٹ پر سیاہ واسکٹ تھی۔ پیروں میں چم چم کرتا جوتا۔ اگر میں کسی دیہاتی میلے میں ہوتا تو میرے سر پر کلاہ بھی سجتا لیکن میں کراچی میں تھا البتہ میرے چہرے پر دس بج کر دس منٹ بجاتی مونچھیں ضرور تھیں اور میری آنکھیں بھی براؤن کے بجائے شربتی مائل تھیں۔ اس حلئے میں مجھے بہ حیثیت جلیل شناخت کرنا ذرا مشکل تھا لیکن مجھے امید تھی کہ اس جگہ شاید ہی کوئی جان پہچان والا ٹکرائے اور ہاں میرے ہاتھ میں ایک سنہری انگوٹھی تھی۔ جس میں خاصے بڑے سائز کا زمرد جڑا ہوا تھا۔ یہ دور ہی سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ اس کی وجہ سے لوگ مجھے پیسے والا سمجھ رہے تھے۔ میں پوری بکرا پیڑی میں گھومتا رہا جیسے اپنی پسند کا جانور تلاش کر رہا ہوں۔ پہلے ایک بیل نما شخص میرے گلے پڑ گیا۔

"صاب کدر جاتا اے' ابی نظر مارو۔ کیسا اونٹ کا مافک بیل اے۔" اس نے اپنے ہم رنگ بیل کی طرف اشارہ کیا جو لنچ سے فارغ ہو کر نہایت جارحانہ انداز میں جگالی کر رہا تھا اور ہر آنے جانے والے کو کینہ توز نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ غالباً اسے شک تھا کہ یہ سب اس کے قتل کے ارادے سے گھوم رہے ہیں۔

"مجھے بیل نہیں چاہیے۔" میں نے جان چھڑائی۔

"امارے پاس بکرا لوگ بی اے۔"

"مجھے بکرا لوگ بھی نہیں چاہیے۔"

"اچا۔" اس نے مایوسی سے کہا "تم کیا قربان کرے گا؟"

"ہاتھی۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

منڈی میں ہر شخص پکڑ پکڑ کر مجھے جانور دکھا رہا تھا اور پیچھے پر بضد تھا۔ بہ مشکل میں ہاتھی... میرا مطلب ہے جمی تک پہنچا جو ایک پینٹ کوٹ والے سے لڑ رہا تھا۔ "پانچ ہزار... کس چیز کے پانچ ہزار... اس میں سے تو پانچ کلو گوشت بھی نہیں نکلے گا۔ اتنا تو میرے سسرال چلا جائے گا۔ باقی لوگوں کو کیا دوں گا۔ اپنا گوشت۔"

"آپ کی مرضی ہے۔" جمی نے رکھائی سے کہا "بکرے کا گوشت بھجوایا اپنا۔ پر قیمت پانچ ہزار سے ایک پیسہ کم نہیں ہوگی۔ یہ خاص بکرے ہیں۔"

"خاص بکرے۔" وہ شخص چراغ پا ہو گیا "کیا خاص بات ہے ان میں۔ مجھے تو یہ بکرے بھی نظر نہیں آتے۔"

"بھائی صاحب' یہ واقعی خاص نسل کے بکرے ہیں۔" میں نے مداخلت ضروری سمجھی "لوگ شوق سے پالتے ہیں۔"

"اللہ آپ کا بھلا کرے صاحب۔" جمی نے خوش ہو کر کہا "یہ بات ان صاحب کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اب آپ بتائیے کہ اتنے اسپیشل قسم کے بکرے عام بکروں کی طرح بیچ دوں۔ انہیں اپنے جگر کے ٹکڑوں کی طرح پالا ہے۔"

"اچھا والدہ محترمہ بچپن میں انتقال کر گئی تھیں۔ میرا مطلب ہے بکروں کے بچپن میں۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔

"جی۔" جمی نے میرا طنز سمجھ کر خون کا گھونٹ پی کر کہا۔

"مجھے بکرا پالنا نہیں' اسے قربان کرنا ہے۔ پانچ ہزار میں تو اچھا خاصا بکرا آجاتا ہے۔" وہ شخص چلایا۔ غالباً وہ ہائی بلڈ پریشر کا مریض تھا۔

"دس لاکھ میں اچھی بھلی بس آجاتی ہے پھر لوگ کار کیوں لیتے ہیں۔" جمی نے طنز کیا۔

اس دوران میں' میں غیر محسوس طور پر بکروں کے نزدیک چلا گیا تھا جو کچھ مضطرب ہو رہے تھے۔ شاید جمی اور پینٹ کوٹ والے کی خوف ناک گفتگو نے ان کے اعصاب پر اثر ڈالا تھا۔ ایک بکرے نے میرے کرتے کا دامن چبانے کی کوشش کی۔

"اے سنبھالو' اپنے بدتمیز بکروں کو۔" میں نے چلا کر کہا "چھوڑ میرا ہاتھ۔"

میں نے جس بکرے کے منہ میں ہاتھ دیا تھا' اس نے گھبرا کر منہ بند کر لیا۔ میں نے دوسری چیخ ماری جو زیادہ حقیقی تھی۔ جب میں نے بکرے کے منہ سے ہاتھ نکالا تو وہ اسے چبا چکا تھا۔ ہاتھ پر زخم آگیا تھا لیکن تکلیف اتنی نہیں تھی جتنا میں واویلا کر رہا تھا "اف... مار ڈالا... خبیث... یہ بکرے ہیں یا کتے... یہ دیکھو اس نے مجھے کاٹ کھایا ہے۔" میں نے ہاتھ جمی کے سامنے کیا اور پھر تیسری چیخ ماری "ارے... میری انگوٹھی کہاں گئی۔ یقیناً یہ بکرا کھا گیا ہے۔"

"کون سا بکرا؟" جمی نے بظاہر پریشان ہو کر پوچھا۔

"یہ والا... نہیں یہ والا... اف یہ سارے بکرے ایک سے کیوں ہیں؟" میں چلایا۔

"کیوں کہ ایک ماں کی اولاد ہیں۔" جمی بولا "آپ کون سی انگوٹھی کی بات کر رہے ہو؟"

پینٹ کوٹ والے نے غور کیا "انگوٹھی تو میں نے بھی دیکھی تھی۔ خاصا بڑا زمرد تھا۔"

"پورے ایک لاکھ کی انگوٹھی تھی۔" میں نے واویلا

UrduPhoto.com

مچایا۔

اس دوران میں راجا جو ملازم کا کردار ادا کر رہا تھا' بڑی ہوشیاری سے بکروں کو آپس میں گڈمڈ کر چکا تھا۔ جب تک میں چلا چلا کر خاصا مجمع اکٹھا کر چکا تھا۔ ایک بیان جاری کر چکا تھا۔ جس کی تائید کوٹ والے نے کی تھی اور خاصے مبالغے سے کام لیا تھا۔ وہ پہلے ہی جمی سے خار کھائے بیٹھا تھا۔ مجمع کے لیے خاصی سنسنی خیز اطلاع تھی کہ ان میں سے کوئی بکرا ایک لاکھ کی انگوٹھی نگل چکا تھا۔ کوٹ والا ہنس رہا تھا "خاصے اسپیشل بکرے ہیں۔ پانچ پانچ ہزار کے اور کوئی ایک بکرا ایک لاکھ پانچ ہزار کا ہو چکا ہے۔ نہ جانے کس خوش نصیب کے حصے میں آئے گا۔"

"وہ انگوٹھی میری ہے خبردار' جو اس پر کسی نے بری نظر ڈالی۔" میں نے دہاڑ کر کہا۔

"اچھا۔" کوٹ والا ہنسا "اسے کیسے حاصل کرو گے۔ اس کے دو طریقے ہیں۔ یا تو سارے بکرے خرید لو اور باری باری انہیں ذبح کرو۔ کسی نہ کسی کے پیٹ میں سے نکل آئے گی یا پھر انتظار کرو کہ وہ بکرا فارغ ہو تو انگوٹھی خود ہی نکل آئے گی۔ بشرطیکہ اسے قبض نہ ہو۔" بات ختم کر کے وہ ہنسا۔

"میں کیوں خریدوں بکرے۔ میں تو اسی ہاتھی سے اپنی انگوٹھی لوں گا۔" میں نے جمی کی طرف اشارہ کیا۔

"انگوٹھی بکرے نے کھائی ہے' یہ کیسے دے گا۔" کوئی شرپسند بولا۔

"میں کیوں دوں انگوٹھی۔" جمی نے ہاتھ نچا کر کہا "میں نے کہا تھا کہ بکرے کے منہ میں ہاتھ دو۔ ناسمجھ جانور ہے۔ انگوٹھی نگل گیا۔ میں تو سوچ رہا ہوں کہ اسے کچھ نہ ہو جائے۔"

"خبیث۔" میں نے جمی کی گردن دبوچ لی "تم میری انگوٹھی ہضم کرنے کے چکر میں ہو۔ میں۔۔۔"

"انگوٹھی بکرے نے نگلی ہے۔ یہ کیسے ہضم کرے گا۔" اسی شرپسند نے پھر کہا۔

"ارے صاحب' آپ ایک غریب پر ظلم ہوتے دیکھ رہے ہیں۔" اس دفعہ جمی نے واویلا کیا "میرا کیا قصور ہے؟"

لوگوں نے بیچ بچاؤ کیا۔ اب مجمع خاصا بڑھ چکا تھا۔ اچانک کوئی بولا "پہلوان بکرا بیچو گے۔" یہ ایک مختصر سا شخص تھا جس کے شاید بوسکے بھائی کے کپڑے پہن رکھے تھے۔

"کیوں نہیں صاحب پر ایک دام ہو گا پانچ ہزار۔ جو بکرا پسند ہو۔"

میں نے چیخ کر کہا "بکرے کی اولاد' تو ان میں سے کوئی بکرا نہیں بیچے گا۔ جب تک میری انگوٹھی نہیں مل جاتی۔"

"تو کیسے روکے گا مجھے۔" جمی نے بازو چڑھائے "اور تیرے پاس کیا ثبوت ہے کہ کوئی انگوٹھی بھی تھی۔"

"میں نے دیکھا تھا۔" کوٹ والے نے پھر گواہی دی۔

"پر تم مجھے بکرے بیچنے سے نہیں روک سکتے۔ میں تمہاری انگوٹھی کا ذمے دار نہیں ہوں۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔" مختصر شخص نے سینہ تان کر کہا "پہلوان تم بکرا بیچو۔ اپن دیکھتا ہے کون مائی کا لال روکتا ہے۔"

"میں روکوں گا۔" میں نے مختصر شخص کو گلے سے پکڑ کر لٹکا لیا۔

"ابے۔۔۔ خبیث۔۔ میرا۔۔۔ گلا چھوڑ۔۔۔ حرا۔۔۔ می۔۔۔" اس نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

ایک بار پھر لوگوں نے بیچ بچاؤ کرایا۔ خاصے دنگے فساد کے بعد طے پایا کہ میں جمی کو بکرے بیچنے سے نہیں روکوں گا لیکن پہلے بکرے خریدنے کا حق مجھے ہو گا۔ اس کے بعد ہی کوئی دوسرا خرید سکے گا۔ میں نے شور مچایا۔

"یہ ناانصافی ہو گی۔ ایک لاکھ کی انگوٹھی کے لیے میں یہ بے کار بکرے پچاس ہزار میں خریدوں۔ میرے پاس تو دس ہزار ہیں۔"

"چلو تو تم کوئی دو بکرے لے لو۔" جمی نے فراخ دلی سے کہا۔

"اگر انگوٹھی کسی اور میں نکل آئی۔ دیکھو بھائیو اگر کسی کے پاس انگوٹھی آئے تو وہ مجھے دے دے۔" میں نے فریاد کی۔

"ہرگز نہیں۔" مختصر شخص نے کہا "بکرے میں سے جو بھی نکلے' وہ مالک کی ملکیت ہو گا۔"

"ہاں چاہے انگوٹھی ہو یا سینگنیاں۔" شرپسند نے پھر کہا۔

ظاہر ہے انگوٹھی کے لالچ میں وہ سب ایک طرف ہو گئے تھے۔ گویا جمی کے حمایتی تھے۔ بادل ناخواستہ میں نے دس ہزار جمی کو دے کر دو بکرے لے لیے اور ظاہر ہے ان میں وہ بکرا نہیں تھا جس نے میرا ہاتھ چبایا تھا۔ برابر والے بکرا فروش نے رضاکار قسائی بننا قبول کیا۔ یہ پیشہ ورانہ حسد تھا کیونکہ اس کے شاندار بکروں کو کوئی نہیں پوچھ رہا تھا اور جمی کے پور نیبل قسم کے بکرے پانچ پانچ ہزار کے جا رہے تھے۔ جمی نے خوب واویلا مچایا کہ میں بکرے ذبح نہ کراؤں مگر وہ مجھے نہیں روک سکتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دونوں بکرے

UrduPhoto.com

مارے گئے اور رضا کار قسائی نے ان کے معدے باہر نکال لیے۔ انگوٹھی کسی میں سے نہیں ملی تھی۔ میری حالت مارے صدمے کے خراب ہونے لگی اور مجمع کا جوش و خروش بڑھ گیا تھا۔

"اب بکرے پانچ ہزار پر فروخت نہیں ہوں گے بلکہ نیلامی ہوگی۔" جمی نے اعلان کیا۔

"اپن ایسا نہیں ہونے دے گا۔" مختصر شخص نے اس بار جمی سے پنگا لیا "اپن بکرا پانچ ہزار میں خریدے گا۔"

"بکرے میرے ہیں، میں جس قیمت پر چاہوں بیچوں۔ جس نے خریدنا ہے خریدے، نہیں خریدنا نہیں خریدے۔"

"میں پولیس کے پاس جاؤں گا۔" اس نے چلا کر کہا۔

"شوق سے جا بھائی، ہم بھی یہاں ایسے ہی نہیں بیٹھے۔ ابھی کل ہی ایس ایچ او صاحب کو دو بکرے پہنچا چکا ہوں۔" جمی نے اعلان کیا اور نیلام شروع کردیا۔ لالچ کے مارے بڑھ چڑھ کر بولی لگا رہے تھے۔ پہلا بکرا اس مختصر شخص نے خریدا جس نے نیلامی کی مخالفت کی تھی۔ آٹھ ہزار اس نے دے کر بکرے کی رسی پکڑی اور عجلت میں فرار ہوگیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مزید چھ بکرے بک گئے اور آخر میں ایک بکرا بچا تھا جس کے لیے دو امیدواروں کے درمیان سخت مقابلہ تھا۔ بولی گیارہ ہزار تک جاچکی تھی۔ جو ایک ریکارڈ تھا۔ اب تک کوئی بکرا اس قیمت پر نہیں بکا تھا لیکن اس سے پہلے کہ مقابلہ ختم ہوتا، میں نے مجمع میں ایک ایسا چہرہ نمودار ہوتے دیکھا کہ میرے چودہ طبق روشن ہوگئے۔ یہ استاد ٹی ٹی تھا اور اس کے ساتھ اس کے کچھ چمچے ہائے خاص بھی تھے۔ میں فوراً آڑ میں ہوگیا ورنہ استاد مجھے دیکھ لیتا۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے۔" اس نے بولی دینے والوں سے پوچھا "بکروں کی نیلامی؟"

اس پر ایک لگائی بجھائی کے شوقین نے پوری تفصیل سے استاد ٹی ٹی کو نیلامی کے پس منظر سے آگاہ کیا۔ استاد نے جمی کو گھورا جس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ "ابے تو وہی ہے نا جمن خانے والا۔"

"جی استاد۔" جمی نے بکرے جیسی آواز میں کہا۔

"ابے یہ کیا چکر چلا رہا ہے۔ یہ کتے جیسے بکرے اتنے مہنگے بیچ رہا ہے۔ کس کی اجازت سے تو یہاں بیٹھا ہے۔"

"میں نے اجازت لی تھی۔ کرایہ بھی ادا کیا تھا۔" جمی نے جلدی سے کہا۔

"اجازت کی اولاد۔" استاد نے جمی کو پہلا تھپڑ مارا "تجھے بکرے بیچنے کی اجازت ملی تھی، نیلام کرنے کی نہیں۔ لوگوں کو بے وقوف بناتا ہے۔"

"اللہ قسم استاد۔ میں نے کچھ نہیں کیا لوگ تو... خود ہی .... آپ پوچھ لو ان سے۔"

استاد نے دوسرا تھپڑ رسید فرمایا "وہ انگوٹھی والا حرامی کہاں ہے؟"

اسی اثنا میں، میں کھسکتے کھسکتے مجمع کے کنارے پہنچ گیا تھا۔ جب جمی نے بادل ناخواستہ میری طرف اشارہ کیا۔ اب وہاں ٹھہرنا خودکشی کے مترادف تھا۔ بے شک میرا حلیہ بدلا ہوا تھا لیکن استاد ٹی ٹی کو مجھے پہچاننے میں دو لمحے بھی نہیں لگتے۔ قدرت نے اس کی آنکھوں میں گدھ کے عدسے فٹ کردیے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ جمی جلد یا بدیر میری نشاندہی کردے گا۔ وہ زیادہ دیر مار نہیں کھا سکتا تھا۔ اچھی بات یہ تھی کہ راجا پہلے ہی غائب ہوچکا تھا۔ جیسے ہی میں بھاگا پیچھے استاد ٹی ٹی کے دہاڑنے کی آواز آئی "پکڑو اس حرامی کو۔"

اس کے چمچے میرے پیچھے دوڑے۔ میں نے پہلے ایک بکرے والے کو گرایا پھر اس کے وفاشناس بکرے نے ٹکر مار کر مجھے جہاں گرایا، وہاں ایک بیل کی باڑی پروڈکٹ پڑی تھی۔ جسے زیادہ کھا لینے سے بدہضمی ہوگئی تھی "وہ رہا۔" ایک چمچے نے مجھے ایک ناپاک جانور کی اولاد قرار دے کر کہا لیکن اس کی بدقسمتی کہ راستے میں وہی ہلا کو خان بکرا تھا۔ اس نے چمچہ نمبرون کو بھی ٹکر مار کر وہیں پہنچا دیا لیکن چمچہ نمبر دو، تین اور چار ثابت قدمی سے میرے تعاقب میں تھے۔ میں نے رکاوٹوں کی دوڑ میں راہ میں حائل ہونے والے کئی بکرے اور دنبے پھلانگے۔ میرا تعاقب کرنے والے اتنے مشاق نہیں تھے۔ انہوں نے کئی بار گرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ راستے سے میرا تعاقب کیا جائے۔ میرا رخ اس جگہ کی طرف تھا جہاں میں نے موٹر سائیکل کھڑی کی تھی۔ میرے اور استاد ٹی ٹی کے چمچوں کے درمیان فاصلہ مسلسل بڑھ رہا تھا کہ ایک مکرانی نے مجھے پکڑ لیا۔ "اڑے تیرے کو راستہ نظر نہیں آتا جو اندھے بیل کا مافک دوڑتا ہے۔"

"مجھے چھوڑ دو۔ میرے پیچھے دہشت گرد قاتل لگے ہیں۔ وہ آگئے تو تم خواہ مخواہ مارے جاؤ گے۔"

"اڑے تو پہلے بولنا تھا۔" اس نے رو دینے والے انداز میں کہا "ابی اپنا فوٹو گم کرو۔ تیرا قاتل لوگ آگیا تو ام بی مارا جائے گا۔"

میں نے ایک بیل عبور کیا اور دوسری طرف لیٹے بیل کے مالک پر گرا۔ اس نے ایسا شور مچایا جیسے اس پر بیل گر گیا ہو۔ میں اسے تسلی دینے یا معذرت کرنے کے لیے رک جاتا

UrduPhoto.com

تو اس ہمدردی میں خود بھی مارا جاتا۔ ایک کلومیٹر کی رکاوٹوں کی دوڑ میں، میں نے کوئی سو رکاوٹیں گرائیں۔ جن میں بکرے، دنبے، بچھڑے، ان کے مالکان اور انہیں خریدنے والے سب شامل تھے۔ جب کوئی دس بار میں خود گرا کیونکہ رکاوٹ زیادہ ثابت قدم ہوتی تھی۔ بالآخر میں ہجوم سے نکلا تو استاد ٹی ٹی کا قاتل دستہ مجھ سے سو گز پیچھے تھا لیکن وہ مسلسل مجھ پر نظر رکھے شکاری کتوں کی طرح میرا تعاقب کر رہے تھے۔ موٹر سائیکل سڑک کے دوسری طرف پارکنگ کے لیے مخصوص جگہ پر کھڑی تھی۔ اگر میں اس کی طرف جاتا تو فرار ہونے سے پہلے ہی پکڑا جاتا لہٰذا میں نے آسان راستہ اختیار کیا اور دوڑ کر قریب سے گزرتی بس پر لٹک گیا۔ خودکشی کی اس کوشش پر کئی افراد نے مجھے شرمندہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔ کنڈیکٹر نے زیادہ برا منایا، اس نے غرا کر پوچھا۔

"بس اسٹاپ کس لیے ہوتے ہیں۔"

"بس کھڑی نہ کرنے کے لیے۔" میں نے مسکرا کر کہا اور اس کے ہاتھ پر تین روپے رکھ دیے۔ "اگلے اسٹاپ پر اتار دینا۔"

اس دندان شکن جواب کے بعد کنڈیکٹر خاموش ہو گیا۔ اس نے اگلے اسٹاپ پر مجھے بس سے یوں رخصت کیا جیسے ماں باپ بغاوت پر آمادہ لڑکی کو اس کے عاشق کے ساتھ رخصت کرتے ہیں کیونکہ میرے کرتے کا رنگ گہرا تھا اس لیے کسی کو پتا نہیں چلا کہ اس پر کتنے مویشیوں کے فضلات لگے ہیں اور جہاں تک بُو کا تعلق تھا، میں نے تمام اعتراض کرنے والوں کو بھی دندان شکن جواب دیا تھا "میں بکرا پیڑی سے آرہا ہوں۔ کسی فائیو اسٹار ہوٹل سے نہیں۔"

دو گھنٹے بعد میں پھر بکرا پیڑی میں تھا۔ اس دفعہ میرا حلیہ تبدیل شدہ تھا۔ موٹر سائیکل اسی جگہ موجود تھی۔ میں نے اسے اسٹارٹ کیا۔ جمی بھی نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بھی جا چکا تھا۔ اپنے جمن خانے یا پھر استاد ٹی ٹی کے ساتھ۔ دوسری صورت میں اس کی عافیت خطرے میں تھی لیکن میرا نہیں خیال تھا کہ میرے فرار کے بعد بھی اس نے حقیقت بیان کرنے کی حماقت کی ہوگی جس کے بعد اس کی جان بچنا محال تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ بکرا پیڑی بھی استاد ٹی ٹی کی ہوگی۔ وہ ہشت پا کی طرح ہر جگہ موجود تھا۔ شکر ہے اس سے میرا سامنا نہیں ہوا ورنہ میرے کچھ سابقہ کارنامے اس کی نظر میں اتنے سنگین تھے کہ وہ بلا تکلف میرا بلیک وارنٹ جاری کر دیتا۔ جس کے بعد میرا دنیا سے انتقال کر جانا لازمی قرار پاتا۔

میں نے جمن خانے کا رخ کیا۔ یہی ایک واحد اُمید تھی کہ جمی اور رقم بچ گئی ہو ورنہ جمی کے ساتھ میرا بیرا غرق بھی لازمی تھا۔ مال تو گیا ہی تھا، جان بھی خطرے میں پڑ جاتی۔ میں نے موٹر سائیکل جمن خانے سے خاصی دور روکی ورنہ اس کے شور پر استاد کے گرگے چوکنا ہو جاتے۔ جو جمی کی جگہ میرے منتظر ہوتے پھر سامنے کے بجائے میں نے عقبی حصے سے عمارت کا رخ کیا۔ پچھلے حصے میں ایک جگہ سے اینٹیں نکال کر مکینوں نے آنے جانے کا راستہ بنا لیا تھا۔ فی الوقت عقبی حصے میں کوئی نہیں تھا لیکن میری نگاہ نے ایک شخص کو تلاش کر لیا جو عمارت کی چھت سے وقفے وقفے سے نیچے جھانک رہا تھا۔ وہ شاید آگے پیچھے دونوں جگہ نظر رکھے ہوئے تھا۔ ایک دفعہ وہ جھانک کر گیا تو میں نے دوڑ کر صحن عبور کر لیا اور بلڈنگ کی عقبی سیڑھیاں چڑھ گیا۔ جمی کا فلیٹ اب آخری منزل پر تھا کیونکہ آخری منزل کا کرایہ سب سے کم تھا۔ گراؤنڈ فلور پر رہ کر وہ اپنا چند سو کا نقصان برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ بے شک اسے دن میں سو مرتبہ اوپر نیچے آنا جانا پڑے۔

راستے میں کوئی مشکوک شخص نظر نہیں آیا مگر میں مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ عین ممکن تھا کہ استاد ٹی ٹی کے گوریلے جمی کے فلیٹ میں میرے منتظر ہوتے۔ پہلے میں نے آہٹ کی پھر دستک دی۔ اندر سے جمی کی غراہٹ سن کر میں نے اطمینان کا سانس لیا اور دروازے پر لات ماری "پولیس، دروازہ کھولو۔"

"پولیس۔" اس دفعہ جمی کی آواز میں اپنے بکروں جیسی منمناہٹ تھی پھر وہ دروازہ کھولنے دوڑا۔ کچھ گرنے پڑنے کی آواز آئی اور جیسے ہی جمی نے مجھے دیکھا تو اس کے منہ سے ناگفتہ بہ الفاظ کا فوارہ ابلا۔ ہنستے ہنستے میرا برا حال ہو گیا۔ آخر میں جمی نے کھسیائے ہوئے انداز میں کہا "سؤر کے بچے! ابھی میرا ہارٹ فیل ہو جاتا۔"

"بڑا ڈھیٹ ہے تو جمی۔" میں اسے دھکیل کر اندر گھس گیا "یہ بتا کہ استاد ٹی ٹی سے کیوں کر جان بچی۔"

جمی ہنسا "میں نے اقرار نہیں کیا اور اس بات پر اڑا رہا کہ میں تجھے نہیں جانتا۔ استاد نے اپنا حصہ لے کر مجھے جانے دیا۔ خبیث نے پورے دس ہزار وصول لیے۔"

"حصہ بھی وصول لیا۔" میں نے مردہ سی آواز میں کہا "لیکن تیری جان نہیں چھوڑی۔ اس خبیث کا ایک آدمی چھت پر ہے۔ کچھ باہر بھی ہوں گے۔"

جمی ہنسا "کوئی نہیں ہے۔ چھت والا بھی بے خوابی کا مریض ہے۔ اسے نیند نہیں آتی تو چھت پر جا کر ٹہلنے لگتا ہے۔"

"دن میں نیند نہیں آتی۔" میں بھونچکا رہ گیا۔

"ہاں وہ کھارادر میں بھیل پوری بیچتا ہے۔ رات آٹھ

UrduPhoto.com

بجے جاتا ہے تو صبح چھ بجے آتا ہے۔"

میں نے سکون کا سانس لیا۔ "خدا کا شکر ہے' اس سے تو جان چھوٹی۔ خیر اب باقی رقم نکال۔ میرے دس ہزار الگ کر کے۔"

"الگ کر کے کیوں؟" جمی نے عیّاری سے کہا "تو نے بھی تو بکرے خریدے تھے۔"

"دیکھ جمی میرے ساتھ ہمیشہ کی طرح دھوکے بازی نہ کر۔ تو نے میرے سامنے سات بکروں کے کل باون ہزار چھ سو روپے وصول کیے تھے۔ دس ہزار میرے تھے لیکن وہ استاد ٹی ٹی کے حصے میں چلے گئے۔ اگرچہ تیرا اعتبار مشکل ہے لیکن میں پھر بھی مان لیتا ہوں کہ تو نے استاد کو دس ہزار دیے ہوں گے۔ تیرا حصہ ہوا چونتیس ہزار روپے۔ وہ کاٹ کر باقی سترہ ہزار روپے میرے حوالے کردے۔ چھ سو اخراجات کے۔"

"دیکھ جلیل میں نے بلاوجہ مار بھی کھائی۔ اس کا خیال کر کہ تجھے استاد سے بچالیا۔ چل تو دس ہزار لے لے۔"

"تو نے مجھے نہیں خود بچایا ہے۔ اصولاً تو تجھے بھی اپنے حصے میں سے پانچ ہزار نکالنے چاہئیں لیکن میں شرافت کا مظاہرہ کر رہا ہوں تو تو مکاری دکھا رہا ہے۔ سیدھی طرح سترہ ہزار نکال۔ میرے حصے میں تو سات ہزار ہی آئیں گے اور ابھی راجا کو ابھی حصہ دینا ہے۔"

بادلِ ناخواستہ جمی نے جیب سے رقم نکالی اور اس میں سے گن کر سترہ ہزاریوں میرے حوالے کیے جیسے اپنی جان ملک الموت کے حوالے کر رہا ہو۔

رقم میں نے جیب میں رکھی "یہ تو ہوا رقم کا حساب۔ اب ذرا بائیک کا حساب بھی ہو جائے۔"

"موٹر سائیکل۔" جمی چونکا "وہ کہاں ہے؟"

"ایک محفوظ جگہ۔ استاد ٹی ٹی کے گرگے مجھے اس پر فرار ہوتا دیکھ چکے تھے اور اب انہیں ایسی موٹر سائیکل کی تلاش بھی ہوگی اور انہیں پتا چل جائے گا کہ اسے جمن خان چلاتا ہے تو اپنا حشر سوچ لے۔"

جمی کے چہرے پر زلزلے کے تاثرات تھے۔ "جلیل' تو نے مجھے مروا دیا حرامی' سب جانتے ہیں کہ وہ میری موٹر سائیکل ہے۔ کل تک وہ یہاں آجائیں گے۔"

"تو صاف انکار کر دینا کہ بائیک میں نے ایک ہفتے پہلے بیچ دی تھی۔"

"بیچ دی' وہ میں نے پورے پانچ ہزار کے بدلے لی تھی۔" جمی رونے کے قریب ہو گیا۔

"مجھے اپنی زندگی پانچ ہزار سے زیادہ پیاری ہے۔" میں نے طنز کیا "ٹھیک ہے میں ابھی بائیک تیرے اسی مقبرے میں چھوڑ جاتا ہوں۔ استاد کے قاتلوں کو یہاں آنے میں ایک گھنٹا بھی نہیں لگے گا بلکہ میں اسے چھوڑ کر جاؤں گا۔ اگر تو نے مجھے پانچ ہزار نہیں دیے۔ آخر اسے ٹھکانے بھی تو لگانا ہے۔"

"پانچ ہزار اور دوں۔" جمی کی آواز بیٹھ گئی۔ غالباً وہ دہاڑیں مار مار کر رونے پر غور کر رہا تھا۔ ایک طرف جان کا خطرہ تھا تو دوسری طرف مال جا رہا تھا۔ بالآخر اس نے گھگیا کر کہا "یار جلیل' کچھ کم نہیں ہو سکتے۔"

"چل تو ایک روپیہ مت دے۔" میں نے فراخ دلی سے کہا۔ اس پر جمی نے مجھے خونی نظروں سے دیکھا۔ اپنے سے زیادہ وزنی گالی دی اور مزید پانچ ہزار نکال کر میری طرف پھینک دیے۔

"ایسے نہیں' ذرا عزت سے میں جلیل الزماں ہوں' جمی نہیں۔"

اس دفعہ جمی نے زیادہ وزنی گالی دی۔ نوٹ اٹھا کر مجھے پیش کیے اور ساتھ ہی نوٹوں کا ایک ناقابلِ بیان استعمال بتا کر اسے آزمانے کا مشورہ دیا۔ میں نے مشورے کو نظر انداز کیا اور کہا "موٹر سائیکل کے کاغذات بھی دو۔"

"کاغذات کا تو کیا کرے گا؟" اس نے سوچ کر دریافت کیا۔

جواب میں' میں نے اسے بتایا کہ اس نے نوٹوں کے سلسلے میں جو مشورہ دیا' اس پر میں بائیک کے کاغذات کی مدد سے عمل کروں گا۔ جمی کے ساتھ۔ جمی نے کاغذات بھی مجھے لا دیے۔ "مجھے معلوم ہے تو بائیک بھی کسی کو بیچ دے گا۔" اس نے مرے ہوئے انداز میں کہا۔

"جب معلوم ہے تو پوچھ کیوں رہا تھا۔" میں نے دانت نکال کر کہا اور رخصت ہو گیا۔

بائیک کے ساتھ میں نے شیر شاہ کا رخ کیا۔ وہاں ایک کباڑی کم مستری میرا واقف کار تھا۔ یہ واقفیت خاصی پرانی تھی۔ اس کے پاس ہر قسم کی گاڑی کے چاہے وہ دو پہیوں پر چلتی ہو' تین پر چار پر یا سولہ سترہ پہیوں پر سب کے پرزے دستیاب تھے۔ میں نے اسے بائیک دکھائی۔ "استاد' بے شک مہینہ لگ جائے لیکن یہ بائیک ایسی نظر آنی چاہیے کہ ابھی شوروم سے نکلی ہو۔"

"ہارلے ڈیوڈسن ۱۹۶۲ء ماڈل۔" اس نے بائیک کا معائنہ کیا "کچھ چیزیں تو اب ملیں گی نہیں لیکن خیر کام چل جائے گا۔ خرچہ چالیس ہزار آئے گا۔"

"بیس ہزار۔" میں نے کہا۔

"تیس ہزار۔" اس نے کہا۔

"بیس ہزار۔ اس میں سے بھی تم چار پانچ بچالو گے۔"

"چل بیس ہزار ہی سہی۔" اس نے سرد آہ بھری "تو

خبیث بھی اپنا آدمی ہے۔"

میں نے اسے ایڈوانس دس ہزار دیے اور وہاں سے سیدھا فتو کے کیفے ڈی پھونس پہنچا۔ جہاں حسب معمول علاقے کے تمام آوارہ وناکارہ افراد موجود تھے۔ جن میں راجا بھی شامل تھا لیکن میں فتو کے پاس پہنچا۔ جو اس وقت چائے سے لال بیگ نکال رہا تھا۔ ابلتی چائے میں اس کے تمام جراثیم مرگئے تھے۔ وہ خود بھی مرگیا تھا۔ مجھے دیکھ کر فتو نے جلدی سے لال بیگ نیچے پھینکا۔ "ابے جلیل بھائی، تم... چائے پیو گے؟" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"بشرط کہ لال بیگ والی نہ ہو۔" میں نے جواب دیا

"یار تم کیسی بات کرتے ہو۔" اس نے کاؤنٹر سے ایک تھرموس نکال کر اس میں سے میرے اور اپنے لیے چائے نکالی۔

"فتو، بائیک اب ری کنڈیشن ملے گی۔ قیمت پچاس ہزار ہوگی۔ بیس ہزار ایڈوانس نکالو۔ تو ایک مہینے بعد بائیک مل جائے گی۔"

"پچاس ہزار۔" فتو نے مری ہوئی آواز میں کہا "یار تو مجھے ایسے ہی دے دیتا۔ میں اسے خود ٹھیک کرالیتا۔"

"میرے چاند۔" میں نے فتو کے بالوں سے نمودار ہوتی چاندنی کو دیکھ کر کہا "یہ سی ڈی سیونٹی نہیں ہے۔ خود اس کو ٹھیک کراتے تو یہ ہوٹل بک جاتا۔ اسے بھی میرا احسان سمجھو۔"

"لیکن بیس ہزار ایڈوانس۔"

"اسے احسان کی قیمت سمجھ لو۔"

"یار میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے۔" فتو نے کہا۔

"کوئی بات نہیں میں کسی اور سے بات کرلوں گا۔" میں نے فراخ دلی سے کہا "شہر میں شوقینوں کی کمی نہیں ہے۔"

"تو کچھ عرصے ٹھہر نہیں سکتا؟" فتو نے مردہ لہجے میں کہا۔

"ناممکن، مجھے خود بھی ادائیگیاں کرنی ہیں اور تو اتنا بھی کنگلا نہیں ہے۔ جتنا بن رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے یار۔" فتو نے سرد آہ بھری "چل میرے ساتھ۔"

فتو سے بیس ہزار لے کر میں گھر گیا۔ شنو کے بینک میں پچیس ہزار جمع کرائے اور بقیہ رقم لے کر راجا کے پاس پہنچا۔ جو کیفے ڈی پھونس میں چائے سے غم غلط کررہا تھا۔ آج کل غریب کے پاس غم غلط کرنے کے لیے سب سے سستا مشروب یہی ہے۔ راجا بے حد دکھی لگ رہا تھا۔ "جلیل۔" اس نے مجھے دیکھ کر کہا "اچھا ہوا تم مجھ سے ملاقات ہوگئی۔"

"کیوں کیا کل تیری آخری نماز ہے۔ جو دوسرے پڑھیں گے؟"

"ہاں۔" راجا نے سرد آہ بھری "ابا کل تک مجھے فوت کردے گا۔"

"کس قصور کی پاداش میں؟"

راجا نے اعتراف کرنے کے انداز میں کہا "یار، میں نے جمی سے آخری بکرا خرید لیا تھا دو ہزار میں۔"

میں نے غور کیا "اتنی سی بات پر تیرا باپ تجھے فوت کررہا ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ وہ بکرا بھی نہیں رہا۔ خبیث موقع پاکر بھاگ گیا۔ اب کسی اور کے گھر میں کٹے گا۔"

"بس اتنی سی بات ہے۔" میں نے حاتم طائی کی قبر پر لات رسید کی "چل میں تجھے دوسرا بکرا دلا دوں۔"

راجا کو اس وقت تک یقین نہیں آیا جب تک ہم رات گئے ایک بکرا نہیں خرید لائے۔ یہ سائز میں تو جمی کے بکرے کے برابر ہی تھا لیکن تھا خاصا موٹا سا۔ رات کو میں دو بجے سویا تھا کہ راجا صبح آٹھ بجے نازل ہوگیا۔ اماں نے مجھے پانی ڈال کر بیدار کیا۔ باہر راجا اس کتے کی طرح بے قراری سے دائرے میں گھوم رہا تھا جس کی دم پر شہد کی مکھی نے کاٹ لیا ہو۔ مجھے دیکھتے ہی وہ چلایا "جلیل بکرا فلیٹ ہوگیا۔ بالکل جمی کے بکرے کے برابر ہوگیا۔"

میں بھونچکا رہ گیا "رات کو تو ہم اچھا خاصا لائے تھے۔"

"ہاں، غالباً اس میں ہوا بھری تھی۔ رات بھر میں ہوا نکل گئی بلکہ مجھے تو شبہ ہے یہ وہی بکرا ہے جو بھاگ گیا تھا۔"

میں پھر بھونچکا رہ گیا "تو نے پہچانا نہیں۔ راجا تیری آنکھوں میں روشنی نہیں رہی۔"

"روشنی وہاں کہاں تھی۔" راجا نے خفگی سے کہا "خبیث نے چالیس واٹ کے بلب لگا رکھے تھے۔" راجا نے بکرا بیچنے والے کی شان میں قصیدہ خوانی کی اور بولا "میں ابا کے اٹھنے سے پہلے ہی بھاگ آیا۔ جلیل تو اپنے دوست کے لیے کچھ نہیں کرے گا۔"

"کروں گا کیوں نہیں۔" میں نے سرد آہ بھری "تو بھاگ کر جا بکرا لے کر آ۔ میں باقی رقم لاتا ہوں۔ ممکن ہے کوئی معقول بکرا مل جائے۔"

"اور یہ بکرا؟" راجا نے پھر پوچھا۔

مگر میں نے اسے بتایا نہیں کہ مذکورہ بکرا میں شنو کو بطور عیدی دے دوں گا۔